



جامعہ دارالتحقیقی
لاہور کا ترجمان

دارالتحقیقی

ماہ نامہ محرم الحرام

ستمبر محرم الحرام
۱۴۴۲ھ / ۲۰۲۰ء

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

۶ ستمبر: یوم دفاع پاکستان

محرم الحرام توهہات کی زد میں

نئے تعلیمی سال کے موقع پر طلبہ سے کچھ باتیں

وَفَاقَ الْمَدَارِسُ الْعَرَبِيَّةُ كَسَالَانَهُ امْتِنَانٌ مِّنْ

جَامِعَكَ دَارُ الْتَّقْوَى لِلْإِعْوَرَكَ اعْزَازٌ

6 نمایاں پوزیشنز

2 ملکی

● تیسری پوزیشن زید منصور، درج عالمیہ سال اول

● دوسری پوزیشن بنت محمد ارشد بھٹی، درج عالیہ سال اول

4 صوبائی

● اول پوزیشن زید منصور، درج عالمیہ سال اول

● تیسری پوزیشن عبدالرحیم بھٹی، درج عالمیہ سال اول

● بنت محمد ارشد بھٹی، درج عالیہ سال اول

● تیسری پوزیشن بنت ابویاسر، درج ثانویہ خاصہ سال اول



وَفَاقَ الْمَدَارِسُ الْعَرَبِيَّةُ كَدَرْجَةِ حِفْظِ الْمَسَاجِدِ كَسَالَانَهُ امْتِنَانٌ 100 فِي صَدْرِهِ

جامعہ اس سے پہلے بھی متعدد بار وفاق المدارس العربیہ کے امتحانات میں نمایاں پوزیشن حاصل کر چکا ہے

الْحَمْدُ لِلَّهِ جَامِعَكَ دَارُ الْتَّقْوَى لِلْإِعْوَرَكَ متصل جامع مسجد الملاں، چبری پارک، لاہور

✉ +92-3-222-333-224 ⚡ www.darultaqwa.org ⚡ /jamiadarultaqwa

✉ Mufti Online ⚡ +92-300-4113082 ⚡ ifta4u@yahoo.com

ترجمان جامعہ دارالتقویٰ لاہور

ماہنامہ دارالتقویٰ لاہور

حضرت اقدس داکٹر مفتی عبدالواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بدعا

جلد 10 شمارہ ۱ ستمبر ۲۰۲۰ء محرم الحرام ۱۴۴۲ھ --

حضرت مولانا عثمان صاحب
مجلس مشاورت
 حضرت مولانا عاصم رشید صاحب
 حضرت مولانا جمیل الرحمن صاحب

حضرت مولانا یوسف خان صاحب مدظلہ
مدیر

مفتی محمد اسماء
مجلس ادارت
 مولانا ذوالکفل

حضرت مولانا اولیس احمد صاحب
مدیر مسئول
 مولانا عبدالودود ربانی

Email Address

Monthlydarultaqwa@gmail.com

اس دائرے میں سرخ نشان
 مدحت خیداری کے قلم ہونے کی عالمت ہے

فی شمارہ: ۳۰ روپے

سالانہ بدل خرچ: ۳۵۰ روپے

طبع: شرکت پرنٹنگ پریس

خط و کتابت کا پتہ

دفتر ماہنامہ دارالتقویٰ متصل جامع مسجد الہلال چوہر جی پارک لاہور
فون نمبر: 03005553616 04235967905
 سالانہ رسائی کے اجراء کے لیے مذکورہ پتہ پر منی آرڈر کریں

مقام اشاعت

پیک اکاؤنٹ نمبر
1001820660001

تاشیل اکاؤنٹ دارالتقویٰ برست
 آئی آئی بی برائج گوڈز 159 (ملک کرشم پیک)

متصل جامع مسجد الہلال

چوہر جی پارک لاہور

ماہنامہ دارالتحفیظ لاہور

ستمبر 2020ء

فہرست

حروف اولین

5	چھ ستمبر یوم دفاع پاکستان
	درس قرآن
11	صحابہ کرمؐ کی فضیلت و منقبت
	مقالات و مضمایں
17	حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ
25	حضرت الحرام توهہات کی زد میں
	سفر نامہ
25	جهان دیدہ
	سوائخ
39	سوائخ حضرت حاجی عبد الوہاب صاحب
	حالات حاضرہ
44	اسراءئیل، متحده عرب امارات اتحاد اور یامقبول جان
	تعالیٰ و تعلم
48	نئے تعلیمی سال کے موقع پر طلبہ سے کچھ باتیں
	تبصرہ کتب
48	تصانیف حضرت اقدس ڈاکٹر مفتی عبد الواحد صاحب
	دارالافتاء تحقیق
61	آپ کے مسائل کا حل
	ادارہ
66	جامعہ کے شب و روز

6 ستمبر---یومِ دفاعِ پاکستان

6 ستمبر 1965ء کا دن عسکری اعتبار سے تاریخِ عالم میں کبھی نہ بھولنے والا قابلِ فخر دن ہے جب غیر معمولی بیرونی جاریت نے اس وقت قوم کے اندر اتحاد، اتفاق، حب الوطنی، احساس ذمہ داری، یک جہتی اور ہم آہنگی کی ایسی بجلیاں بھر دی تھیں جن کی آب و تاب نے دشمن کی صفوں کو تھس نہیں کر کے رکھ دیا تھا۔ بلاشبہ وہ لمحات پاکستان کی تاریخ کا ایک منفرد اور جدا گانہ باب ہے جس میں ہمارے جوانوں، بچوں، بوڑھوں، ماڈلز، بہنوں کے جذبات و احساسات سمیت افواج پاکستان کے بہادر سپوتوں کی لازوال اور بے مثال قربانیوں کی داستانیں سنہرے حروف میں لکھی نظر آتی ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ 16 روزہ جنگ کے دوران اسباب و وسائل کے اعتبار سے حریف کا پله بھاری اور ظاہری اسباب کے درجے میں یہ جنگ جیتنا پاکستان کے لئے نامکن تھا۔ لیکن مادیت اور دل کے مقابلے میں ایمان و تلقین کی کارفرمائی اور اثر انگیزی کا ناظرہ اس وقت دنیا نے دیکھا اور اس شان سے دیکھا کہ خود بھارت کو جنگ روکنے کے لیے عالمی برادری سے مداخلت کی درخواست کرنا پڑی اور بالآخر 22 ستمبر کو معاہدہ جنگ بندی عمل میں لا یا گیا۔ کمزور اور پس ماندہ مملکت خداداد کے ہاتھوں بھارت کو ایسی شرمناک، ذلت آمیز اور عبرتتاک شکست فاش کا سامنا کرنا پڑا کہ آج تک اس کے سابق فوجی اپنی ہزیمت و ذلت کا اقرار و اعتراف کرنے پر مجبور ہیں۔ 6 ستمبر یومِ دفاعِ پاکستان کے طور پر ہر سال ان شہیدوں اور غازیوں کو خراج تحسین پیش کرنے کے لئے منایا جاتا ہے جنہوں نے وطن عزیز کی سالمیت اور تجھتی کے تحفظ کے لئے عظیم قربانیاں دیں۔ یومِ دفاعِ پاکستان اس عہد کی تجدید کا دن بھی ہے کہ اگر ہم ایمان، اتحاد اور نظم جیسی اعلیٰ خصوصیات اپنے اندر سمو لیں جو بانی پاکستان کے رہنماء اصول تھے تو کوئی بھی جارح ہمارے ملک کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ جنگ ستمبر کے جذبوں اور ولوں کو از سر نوتازہ کیا جائے اور دشمن کے جارحانہ عزم کے آگے قوت ایمانی کی بدولت سیسے پلائی دیوار بن جانے کی خاطر قوم کو ہنسی اور جذباتی لحاظ سے تیار کیا جائے۔

اگرچہ ماضی کے برعکس عسکری اور دفاعی لحاظ سے پاکستان ایک مستحکم اور محفوظ مقام پر کھڑا کھائی دیتا ہے اور دشمن اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہے کہ پاکستان کے خلاف کسی بھی قسم کی جاریت اسے مہنگی پر سکتی ہے اور میدان جنگ میں پاکستان سے جیتنا اس کے بس میں نہیں ہے۔ تاہم دشمن نے اب کی بار مادر طلن کو مجروح کرنے کے لئے اوچھے اور مخفی ہتھانڈوں کا انتخاب کیا ہے، چنانچہ پاکستان کو داخلی طور پر مختلف طریقوں سے غیر مستحکم اور کمزور کرنے کے لئے نعت نے حرہ بے آزم رہا ہے۔ خیجی ممالک میں آج ہر طرف جو بدانی نظر آ رہی ہے اس کی بنیاد فرقہ واریت ہے، اسلام دشمن قوتیں مسلمانوں کے مابین فروعی اختلافات کو ہوادے کر عرب بھر میں فرقہ وارانے فسادات پھیلانے میں کامیاب ہو چکی ہیں، افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ برادر مسلم ملک کے توسع پسندانہ عزائم نے اسلام دشمن قوتیوں کی منزل کو اور آسان بنادیا ہے، آج طلن عزیز کے اتحاد کو پارہ کرنے اور واحد اسلامی ایٹھی طاقت کو اندروںی فسادات کی نذر کرنے کے اُسی سازش کے تانے بنے بُنے جا رہے ہیں جو سازش عرب ملکوں میں کامیابی سے جاری و ساری ہے۔ امریکہ، ائمیا اور اسرائیل کا ٹرائیکا اندروںی اور بیرونی طور ہماری جڑیں کھوکھلی کرنے میں مصروف ہے، دنیا کی واحد اسلامی ایٹھی طاقت پاکستان اس ٹرائیکا کے عالمی دنیا کے چودھری بننے کی راہ میں رکاوٹ ہے، امریکہ جنوبی ایشیاء میں بھارت کی چودھراہٹ قائم کرنا چاہتا ہے جبکہ عربوں اور ان کے معدنی وسائل پر کنٹرول برقرار رکھنے کے لئے اسرائیل کے ساتھ پوری طاقت کے ساتھ کھڑا ہے، حالیہ متحده عرب امارات اور اسرائیل کے مابین امن معاهدہ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے، یو اے ای کی طرح کے چھوٹے اور کمزور ممالک کو ڈر اور حملہ کر اور لبنان کی تباہی و بربادی کی مثالیں دے کر اسرائیل کو تسلیم کروانے کی کوششیں کی جا رہی ہیں، پاکستان پر بھی اسی طرح کا دباؤ ڈالا جائے گا، دنیا کا منظر نامہ یکسر تبدیل ہونے کو ہے۔

البتہ یہ امر خوش آئند ہے کہ ہمارے حساس اور قومی سلامتی پر مامور ادارے ہر دم پوکس، جدید حربی ساز و سامان سے لیس اور بھر پور پیشہ ورانہ صلاحیتوں کے مالک ہیں اور بھارتی سازشوں کو ناکام بنانے کے لئے ہر ممکن وسائل بروے کار لارہے ہیں۔ پاک فوج اپنی ذمہ داریوں سے نہایت عمدگی کے ساتھ عہدہ برآء ہو رہی ہے۔ تاہم یہ حقیقت بھی ناقابل فراموش ہے کہ دشمن کو شکست دینے کے لئے تہاڑی طاقت و صلاحیت، ہی کافی نہیں ہوا کرتی بلکہ فوج کی پشت پر ایک مضبوط، بہادر اور باہمی تنازعات سے محفوظ قوم کا موجود ہونا بھی از بس ضروری ہے۔ ایک

ایسی قوم جس میں 1965ء والا جذبہ ایمانی، وہی جرات، بہادری، عزم و استقلال، جہد مسلسل اور جذبہ حب الوطنی کا فرماء ہو، اس سے ایک طرف ہم اپنی افواج کے شانہ بشانہ بیرونی دشمن کا منہ توڑ جواب دینے کے لئے تقویت حاصل کریں تو دوسری جانب اندر وطنی مشکلات کا مقابلہ کرنے میں تخلی و برداشت کا مظاہرہ کریں۔ تاکہ ہماری طرف سے اٹھنے والا کوئی جذبائی قدم دشمن کے ناپاک عزم کی منزل کو آسان نہ کر دے۔

آج کا تاریخ ساز موقع جہاں ہمیں پاس کے کارنا موں کی یاد دلاتا ہے وہاں مقتدر طبقات کو بھی اس پہلوکی جانب غور و فکر کی دعوت دے رہا ہے کہ قوم کے درمیان پھیلے انتشار و افتراق کے خاتمے کے لئے ملک کی نظریاتی اساس کو از سرنو مضبوط بنایا جائے۔ یوم دفاع پوری قوم کے لئے اس لحاظ سے تجدید عہد و فا کا دن ہے اور ہر فرد کو یہ عہد کرنا ہے کہ وہ وطن عزیز کی نظریاتی و جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کو زندگی کی سب سے اولین ترجیح بنا کر اس شعور کو اگلی نسلوں تک منتقل کرے گا۔ پاکستان کی بنیاد اسلام پر ہے اور اسلام ہی اس ملک کی شناخت ہے۔ اسلام اور اسلامی تعلیمات کا احیاء کر کے ہی، ہم ہمہ جہت مصائب اور بحرانوں کا مقابلہ کر سکتے ہیں اور آنے والی نسلوں کو ایک محفوظ و متحتم، پرامن، خوشحال اور خود مختار پاکستان دے سکتے ہیں۔

7 ستمبر--- یوم دفاع ختم نبوة

ماہ ستمبر اس لحاظ سے بڑی اہمیت کا حامل ہے کہ ہم بحیثیت قوم اس مہینے کی ۶ تاریخ کو اپنے وطن کے دفاع کے طور پر مناتے ہیں اور یہ ستمبر جہاں یوم فضائیہ کے طور پر منایا جاتا ہے وہیں اس دن کو ”یوم ختم نبوة“ کے طور پر بھی منایا جاتا ہے۔ ستمبر ۱۹۷۳ء کو مکرین ختم نبوت اور انگریزوں کے خود کا شتر پودے ”قادیانیت“ کو پاکستان کی قومی اسمبلی نے مشترکہ اور متفقہ فیصلے کے تحت دائرہ اسلام سے خارج قرار دے کر مملکت خداداد کی اس نظریاتی اور فکری سرحد کے تحفظ کا غیر معمولی اور لا زوال کارنامہ انجام دیا جس کے تحت یہ ملک حاصل کیا گیا تھا۔ فرنگی استعمار نے برصغیر پر جابرانہ تسلط کے دوران مرحوم احمد قادیانی کو مسلمانوں میں فکری انتشار پھیلانے اور انہیں دین متنین کی حقیقی تعلیمات سے برگشته کرنے کے لئے میدان میں اتنا راتھا۔ تاہم بد قسمتی سے قیام پاکستان کے بعد اس کے پیروکاروں کو یہاں پہلنے پھولنے اور اہم ترین حکومتی مناصب تک رسائی کا موقع ملا۔ ۱۹۵۲ء کی تحریک ختم نبوت میں ہزاروں مسلمانوں نے ٹیکتی جانوں

کے نذرانے عقیدہ ختم نبوة کے تحفظ کے لئے پیش کیے۔ وقت طور پر ریاستی جبر کے نتیجے میں ظاہری طور پر یہ تحریک دب گئی لیکن 1974ء میں ملک گیر سطح پر ہونے والے احتجاج نے رنگ دکھایا اور شہدائے ختم نبوة کی عظیم اور بیش قیمت قربانیاں رنگ لا گئیں۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ قادیانیوں نے آج تک قومی پارلیمنٹ کے فیصلے کو تسلیم نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ اب بھی مختلف حیلے بہانوں سے قادیانی لائبی اپنے دجل و فریب کو چھپانے کے لئے سرگرم عمل ہے۔ مرزا قادیانی ملعون کے پیروکار آج بھی سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کرنے میں مصروف ہیں۔ جو لوگ ان کے عقائد و نظریات سے واقف نہیں وہ ان کا برتاؤ دیکھ کر متاثر ہوتے ہیں میں مصروف ہیں۔ حالانکہ ان کو کسی مسلمان سے کوئی ہمدردی نہیں یہ سادہ اور کم علم مسلمانوں پر اپنے مصنوعی اخلاق کا جال پھینکتے ہیں اور جیسے کوئی جال میں پھنس جاتا ہے تو اُس سے اُس کی قیمتی متناع ایمان چھین لیتے ہیں۔ اس لئے مسلمانوں کو ان سے ہوشیار ہنا چاہیے اور اللہ کریم سے ایمان کی سلامتی اور خاتمہ بالا ایمان کی دعا کرتے رہنا چاہیے۔ مرزا نی کبھی ملازمت، کبھی اٹلی و جرمی، کبھی کاروبار اور کبھی شادی کا جال پھینک کر نوجوانوں کی عاقبت خراب کر دیتے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ پاکستان کی پارلیمنٹ کے اس فیصلے کو بیا لیں سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔ ہماری نی نسل قادیانیوں کے عقائد، ان کے دجل و فریب اور ان کی سازشوں سے پوری طرح آگاہ نہیں، انھیں ثابت حکمت عملی و دانائی سے سب بتانے کی ضرورت ہے۔ آج جب یہ طے ہو چکا ہے کہ قادیانی مسلمان نہیں اسلامی جمہوریہ پاکستان کی قانون ساز اسمبلی متفقہ طور پر انہیں غیر مسلم قرار دے چکی ہے تو ضروری ہے کہ قادیانی بھی اس فیصلے کو دل سے تسلیم کریں اور اسلامی شعائر کا استعمال کر کے سادہ لوح مسلمانوں کو درغلانے سے باز رہیں۔ اسلامیان پاکستان پر بھی یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے اسلاف کی مختوقوں کو سامنے رکھتے ہوئے اس عظیم مشن کو جاری رکھنے کا عزم کریں تاکہ کل قیامت کے دن شفاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حقدار ہو سکیں۔ یوم دفاع پاکستان اور یوم تحفظ ختم نبوة ایک ساتھ منانے میں ایک واضح پیغام یہ بھی ہے کہ جس طرح پاکستان کی جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کرنا ہماری ذمہ داری ہے اسی طرح ارض پاک کی اسلامی شناخت اور نظریاتی سرحدوں کا دفاع بھی ہم پر فرض ہے۔ یہ دونوں لازم و ملزم ہیں۔ پاکستان اسلام کے نام پر معرض وجود میں آیا تھا اور اسلام ہی اس ملک کا سامان

بقا اور اس ملک کی شناخت ہے اگر بنیاد اور شناخت قائم رہے گی تو جغرافیائی سرحدوں کا تحفظ بھی ہو سکے گا۔ جس طرح وطن عزیز کی بقا، سالمیت اور جغرافیائی سرحدات کا تحفظ ہم سب کی ذمہ داری ہے اسی طرح نظریہ پاکستان کا تحفظ بھی ارض پاک کے تمام طبقات کی اولین ذمہ داری ہے۔ آئیے ہم سب ملک پنی ذمہ دار یوں کو ادا کرتے ہوئے منکرین ختم نبوۃ کا ہر سطح پر بایکاٹ کریں اور امت کو قادیانیت کے ارتداد اور کفر سے محفوظ رکھنے کے لئے اس محاذ پر کام کرنے والی تنظیمات کے ساتھ دامے درمے قدمے سخنے اپنا تعاون جاری رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ارض پاک کو اندر وی ویر وی خطرات سے محفوظ و مامون فرمائیں۔ آمين

امارات اسرائیل امن معاہدہ

متحده عرب امارات اور اسرائیل کے درمیان برسوں کے خنیہ تعلقات کا نتیجہ آخر کار دونوں کے درمیان باضابطہ امن معاہدے کی صورت سامنے آگیا ہے جس کے تحت متحده عرب امارات نے اسرائیل کو باقاعدہ طور پر تسلیم کر کے سفارتی، تجارتی، دفاعی سمیت لا تعداد شعبوں میں تعلقات قائم کرنے کا اعلان کر دیا ہے۔ امارت کے اس فیصلے سے دنیا بھر کے مسلمانوں میں سخت غم و غصہ پایا جاتا ہے، فلسطینی صدر محمود عباس نے متحده عرب امارات اور اسرائیل کے درمیان معاہدے کو سختی سے مسترد کیا ہے اور عرب لیگ کا ہنگامی اجلاس بلانے کا بھی مطالبہ کیا ہے۔ ایران اور ترکی نے اس اقدام پر بر ملا تقدیم کرتے ہوئے متحده عرب امارات کے فیصلے کو فلسطین کی آزادی کی جدوجہد میں بڑی رکاوٹ اور غداری سے تشییر دی ہے۔ ترک صدر رجب طیب اردوغان نے اسرائیل کے ساتھ تعلقات قائم کرنے پر متحده عرب امارات کی ساتھ سفارتی تعلقات معطل کرنے اور سفیر واپس بلانے کا عندیہ دیا ہے جبکہ پاکستان دیکھو اور انتظار کرو کی پالیسی پر گام زن ہے۔ متحده عرب امارات مصر اور اردن کے بعد اسرائیل کو تسلیم کرنے والا تیسرا عرب ملک بن گیا ہے۔

متحده عرب امارات کے اسرائیل کے ساتھ امن معاہدے کے بعد عالمی منظر نامہ یکسر بدلتا ہے، امارت کے اس فیصلے کے بعد لگتا ہے اسرائیل کے ساتھ تعلقات کے حوالے سے اب برف پھیل رہی ہے، امارت کی طرح کے اور کمزور اور نسبتاً چھوٹے عرب ممالک کو دباو اور لاحٹ کے ذریعے اسرائیل کو تسلیم کروانے کی کوشش کی جائے گی، لبنان کی تباہی پر عالم اسلام کی خصوصاً عرب ممالک کی مجرمانہ خاموشی

بے سی اور لا چارگی کے اظہار کے سوا کچھ نہیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ عربوں نے بے پناہ قدرتی وسائل سے مالا مال ہونے اور معاشری طور پر مضبوط ہونے کے باوجود اپنے دفاع پر کوئی توجہ نہیں دی، یہی وجہ ہے کہ اب ایک ایک کر کے دشمن کے لئے تزویہ بنتے جا رہے ہیں، ابھی بھی وقت ہے کہ فوری عرب لیگ کا اجلاس بلا یا جائے اور سنجدگی سے اپنے مستقبل کے منظر نامے کو سامنے رکھا جائے اور کوئی فیصلہ کیا جائے کہ اسی طرح ایک ایک کر کے دشمن کے لئے منہ میں جانا ہے یا مزاحمت کی پالیسی اپنانی ہے۔ عرب یاد رکھیں یہ قانون قدرت ہے کہ ۔۔۔۔۔ ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات

ہم ان سطور میں تمام مسلم ممالک بالخصوص عرب کو یہ باور کرنا چاہتے ہیں کہ اگر آپ اسرائیل کو تسلیم کرنے کا سوچ رہے ہیں تو یہ حرکت جہاں ایک طرف فلسطینیوں کی 80 سالہ جدوجہد آزادی کی پیٹھ میں چھرا گھونپنے کے مترادف اور بیت المقدس کے ساتھ غداری ہوگی تو دوسری طرف عربوں کی بلکت وبربادی کا بھی پیش نہیں ثابت ہوگی۔ عالم اسلام کے غیور مسلمان اس غیر منطقی فیصلے کو قطعاً قبول نہیں کریں گے، عرب ممالک اور خصوصاً سعودی عرب یاد رکھیں! اس قسم کے ناعاقبت اندیشانہ فیصلے سے ان کی مرکزیت تو ختم ہو ہی جائے گی اور خادم حرمین شریفین ہونے کی وجہ سے ان کے ساتھ عالم اسلام کے مسلمانوں کی جو عقیدت اور محبت ہے وہ بھی نفرت میں بدل جائے گی اور پھر ان کا انجام بھی وہی ہوگا جو اس قسم کے کردار کے حامل افراد کا ہوتا ہے۔ ہم حکومت پاکستان سے اس قسم کے احتجانہ فیصلے کی قطعاً امید نہیں رکھتے بلکہ ہمیں یقین ہے کہ حکومت پاکستان عوامی امنگوں کے برخلاف کوئی فیصلہ نہیں کرے گی اور ہر عالمی فورم پر ایک آزاد خود اختبار جمہوری ملک ہونے کے ناطے ارض پاک کی غیور عوام کے مذہبی جذبات، احساسات اور قبلہ اول کے ساتھ مسلمانوں کی جذباتی وابستگی کی بھرپور ترجمانی کرے گی اور 8 دہائیوں سے جاری فلسطین کے مسلمانوں کی جدوجہد آزادی کے ساتھ کھڑی رہے گی۔ اللہ پاک کشمیر فلسطین کے مسلمانوں کی جدوجہد آزادی کو کامیابی سے ہمکنار کرے۔ آمین

والسلام

عبدالودود ربانی

مدیر مسئول

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت اور منقبت

مفہق عاشق اہمی بلند شہری

سورۃ الفتح، آیت نمبر 29

اعوذ بالله من الشیطان الرجیم۔ بسم الله الرحمن الرحيم

فَهُمَّدَ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشْدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحْمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَا هُمْ فِي وُجُوهِهِم مِنْ أَثْرِ السُّجُودِ ذَلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَلَةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزُرْعٍ أَخْرَجَ شَطْهُ فَأَزَرَهُ فَأَسْتَغْلَظَ فَأَسْتَوَى عَلَى سُوقِهِ يُعِجِّبُ الْزُّرَاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارُ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ أَمْنُوا وَعَمِلُوا الصَّلِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا

ترجمہ:

محمد اللہ کے رسول ہیں، اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت ہیں، آپس میں مہربان ہیں، اے مخاطب تو انہیں اس حال میں دیکھئے گا کہ وہ کبھی روئے میں ہیں، کبھی سجود میں ہیں، وہ اللہ کے فضل اور رضا مندی کو تلاش کرتے ہیں، ان کی شان یہ ہے کہ ان کے چہروں میں سجدوں کے نشان ہیں، ان کی یہ مثال توریت میں ہے، اور انجیل میں ان کا یہ وصف ہے کہ جیسی کھیت ہواں نے اپنی سوتی نکالی پھر اس نے اسے قوی کیا پھر وہ کھیتی موٹی ہو گئی پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہو گئی جو کسانوں کو بھلی معلوم ہونے لگی، تاکہ اللہ ان کے ذریعے کافروں کے دلوں کو جلائے، اللہ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے

مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔

تفسیر:

اس سورت میں جگہ جگہ صحابہ کرام ﷺ کی تعریف بیان فرمائی ہے پھر یہاں سورت کے ختم پر ان کی مزید توصیف و تعریف فرمائی ہے اولاد ارشاد فرمایا محدث (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں ایک دوسرے پر رحم کرنے والے ہیں، اس مضمون اور سورہ مائدہ میں **أَذْلَلُهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّهُ عَلَى الْكُفَّارِينَ** میں بھی بیان کیا ہے، اہل ایمان کی یہ شان ہے کہ کافروں کے مقابلہ میں سخت رہیں اور آپس میں ایک دوسرے پر رحم کریں یہ صفت حضرات صحابہ کرام ﷺ میں بہت زیادہ نمایاں تھی آجکل دیکھا جاتا ہے کہ مسلمان دشمنان اسلام کے آگے پیچے جاتے ہیں اور ان سے ڈرتے ہیں ان سے زمی کا برداشت کرتے ہیں اور مسلمانوں کے ساتھ سختی کرتے ہیں ان پر رحم نہیں کرتے دنیاوی محبت نے اس پر آمادہ کر رکھا ہے۔

حضرات صحابہ کرام ﷺ کی دوسری صفت یہ بیان فرمائی **تَرَاهُمُ رُكْعًا سُجَّلًا** اے مخاطب تو ان کو اس حال میں دیکھے گا کہ بھی رکوع کیے ہوئے کبھی سجدہ کیے ہوئے اس میں کثرت سے نماز پڑھنا اور نمازوں پر مداومت کرنا نوافل کا اہتمام کرنا راتوں کو نمازوں میں کھڑا ہونا سب داخل ہے۔

تیسرا صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا **يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا** (یہ حضرات اللہ کا فضل اور اس کی رضا مندی تلاش کرتے ہیں) جو اعمال اختیار کرتے ہیں انکے ذریعہ کوئی دنیاوی مقصد سامنے نہیں ہے انکے اعمال اللہ کا فضل تلاش کرنے اور اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے ہیں۔

چوتھی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا **سِيمَا هُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِّنْ آثَرِ السُّجُودِ** اس کا مطلب بتاتے ہوئے صاحب معلم التزیل نے بہت سے اقوال نقل کیے ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے جو ظاہر لفظوں سے سمجھ میں آ رہا ہے کہ مٹی پر سجدہ کرنے کی وجہ سے انکے ہاتھوں پر کچھ مٹی لگ جاتی ہے اور بعض حضرات نے یہ نقل کیا ہے کہ قیامت کے دن ان لوگوں کے چہرے روشن ہوں گے ان کے ذریعہ پہچانے جائیں گے کہ یہ لوگ نماز پڑھنے میں زیادہ مشغول رہتے تھے اور بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ اس

سے اچھی عادت اور خصلت اور خشوع و تواضع مراد ہے جو لوگ کثرت سے نماز پڑھتے ہیں انہیں جو نماز کی برکات حاصل ہوتی ہیں ان میں سے ایک بہت بڑی صفت خوش خلقی اور تواضع بھی ہے ان کے چہروں سے ان کی یہ صفت واضح ہو جاتی ہے۔

پھر فرمایا ﴿ذِلَّكَ مَثَلُهُمْ فِي الْتَّوْرِيهِ﴾ (ان کی مذکورہ صفت توریت میں بھی بیان کی گئی ہے) پھر انجلیں میں جو انکی صفت بیان کی گئی اس کو بیان فرمایا ارشاد ہے ﴿وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَعَزْرٍ أَخْرَجَ شَنَطَةً﴾ کہ انجلیں میں ان لوگوں کی مثال یہ ہے کہ جیسے کسان نے نرم زمین میں بیٹھا تو اس میں قوت آگئی پھر اور اس زمین سے کھیق کی سوئی نکلی یعنی بکا بہت پتلا تنا ظاہر ہوا، پھر یہ آگے بڑھا تو اس میں قوت آگئی پھر اور آگے بڑھا تو موٹا ہو گیا ان حالتوں سے گزر کر اب وہ ٹھیک طریقے سے اپنی پنڈلی پر اچھی طرح کھڑا ہو گیا اب یہ ہر ابھر ابھی ہے اندر سے نکل کر بڑھ بھی چکا ہے اور اسکا تنا اپنی جڑ پر کھڑا ہے کسان لوگ اسے دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہے ہیں اس مثال میں یہ بتا دیا کہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے صحابہ اولاد تھوڑے سے ہوں گے پھر بڑھتے رہیں گے اور کثیر ہو جائیں گے اور مجموعی حیثیت سے وہ ایک بڑی قوت بن جائیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا حضرات صحابہ کرام ﷺ پہلے تھوڑے سے تھے پھر بڑھتے رہے بڑھتے ہزاروں ہو گئے زمانہ نبوت ہی میں ایک لاکھ سے زیادہ ان کی تعداد ہو گئی پھر انہوں نے دین اسلام کو خوب پھیلایا قیصر و کسری کے تخت الٹ دیئے ان کے مقابلہ میں کوئی جماعت جنمیں سکتی تھی۔

﴿لِيَغْيِيَظِّلَّهُمُ الْكُفَّارَ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کو بڑھایا قوت و طاقت سے نوازا تاکہ انکے ذریعہ کافروں کے دلوں کو جلا دے کافروں کو یہ گوار نہیں تھا اور نہ اب گوارا ہے کہ اسلام اور مسلمان پہلیں پھولیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اسلام کو بھی بڑھا دیا اور مسلمانوں کو بھی قوت دے دی جیسا کہ سورۃ العصاف میں فرمایا ﴿إِنْ يُؤْدُونَ أَنْ يُظْفِغُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَ يَأْتِيَ اللَّهُ إِلَّا أَنْ يُتَمَّمَ نُورَهُ وَ لَوْ كَرَّةً الْكُفَّارُونَ... هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَ دِينَ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الَّذِينَ كُلَّهُمْ وَ لَوْ كَرَّةً الْمُمْشِرِ كُونَ...﴾ (یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہوں سے بچا دیں اور اللہ اپنے نور کو پورہ کرنے والا ہے اگرچہ کافروں کو ناگوار ہوا اللہ وہی ہے جس نے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا

تاکہ اسے سب پر غالب فرمادے اگرچہ مشرکوں کونا گوار ہو) یہ دوسری آیت ﴿هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ﴾ سورہ توبہ اور سورہ فتح میں بھی ہے جس کا ترجمہ گزر چکا ہے۔

﴿وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا﴾ (رح)

۲۹ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا کہ جو لوگ ایمان لائے اور عمل کیے ان کی مغفرت ہوگی اور انہیں اجر عظیم دیا جائے گا) یہ بات بطور قاعدة کلیہ بیان فرمائی ہے لفظوں کا عموم حضرات صحابہ کو بھی شامل ہے اور ان کے بعد آنے والے اعمال صالحہ والے مؤمنین کو بھی۔

فائدہ: سورہ الفتح میں حضرات صحابہ (رض) کی کئی جگہ تعریف فرمائی ہے اول فرمایا ﴿هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِيَرْدَادُوا إِيمَانًا مَعَ إِيمَانِهِمْ﴾ پھر فرمایا ﴿لِلَّهِ دُخَلَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَرُ خَلِيلِنَ فِيهَا وَيُكَفِّرُ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ، وَكَانَ ذَلِكَ عِنْدَ اللَّهِ قَوْرًا عَظِيمًا...﴾ پھر فرمایا ﴿إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ﴾ پھر فرمایا ﴿لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ اللَّهُ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتَحًا قَرِيبًا...﴾ پھر فرمایا ﴿فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْأَزْمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَى وَكَانُوا أَحَقُّهُمَا وَأَهْلَهَا﴾ پھر فرمایا ﴿مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشَدُّ أَعْمَالَ الْكُفَّارِ رُحْمَانٌ بَيْنَهُمْ﴾ (الآلیۃ) پھر فرمایا ﴿لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّار﴾ پھر فرمایا ﴿وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا﴾ (رح) اور سورہ توبہ میں فرمایا ﴿وَالسَّبِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ﴾ (الآلیۃ)

قرآن مجید کی ان تصریحات کو دیکھ لو اور رواض کی دشمنی کو دیکھ لو جو دو تین صحابہ کے علاوہ باقی سب کو فر کہتے ہیں اس فرقہ کی بنیاد ہی بغرض صحابہ ﷺ پر ہے جو لوگ حضرات صحابہ کو کافر کہتے ہیں وہ قرآنی تصریحات کے مکمل ہونے کی وجہ سے خود کافر ہیں قرآن کے جھلانے کی وجہ سے جب ان لوگوں پر کفر عائد ہو گیا تو کہنے لگے یہ قرآن ہی وہ نہیں ہے جو محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر نازل ہوا تھا وہ قرآن

امام مهدی کے پاس ہے یہ کہنا خود کفر ہے اور قرآن نے بھی ان لوگوں کو کافر بتا دیا جنکے دل میں صحابہ کی طرف سے بغض ہوگا ﴿لِيَغِيظُهُمُ الْكُفَّار﴾ کو بار بار پڑھ لیا جائے حضرت امام مالکؓ کے سامنے کسی نے حضرات صحابہ کی شان میں کچھ کہہ دیا اس پر ارشاد فرمایا کہ جس کسی کے دل میں کسی بھی صحابہ کی طرف سے بغض ہوگا آیت کریمہ کا عوم اس کو شامل ہوگا یعنی وہ آیت کا مصدقہ ہوگا (یعنی اس پر کفر عائد ہوگا)۔ (تفسیر قرطبی)

بعض شیعوں نے نکتہ نکالا ہے کہ ﴿وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصِّلَاةَ﴾ کے ساتھ جو ﴿مِنْهُمْ﴾ کا اضافہ فرمایا ہے اس میں من تعییضیہ ہے یہ ان لوگوں کی جہالت ہے حضرات صحابہ کے بغض میں یہ بات کہہ رہے ہیں اور مزید کفر کی چادر میں لپیٹ رہے ہیں سیاق کلام سے واضح ہو رہا ہے کہ من بیانیہ ہے۔ اگر بالفرض من تعییضیہ ہو تو کیا آیات قرآنیہ سے دو تین صحابہ کا ایمان ثابت ہوتا ہے جن کے ایمان ﴿لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَأِ يَعْوَنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ﴾ فرمایا ہے کیا اس سے ان پودہ پندرہ سو صحابہ کا ایمان اور وعدہ رضوان ثابت نہیں ہوتا جنہوں نے حدیبیہ میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ہاتھ پر بیعت کی تھی جن میں حضرت ابو بکر (رض) اور عمر (رض) بھی تھے جن کے بغض میں شیعہ جل کر خاک ہوئے جا رہے ہیں سورۃ توبہ میں جو مہاجرین اور انصار اور انکے تبعین (اہل السنۃ والجماعۃ) کی رضا مندی کا اعلان فرمایا ہے اس میں تو کہیں بھی مخہم نہیں ہے یاد رہے کہ حضرت ابو بکر (رض) اور حضرت عمر (رض) بھی سابقین اولین میں سے تھے اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے اور شیعہ اللہ تعالیٰ سے راضی نہیں جو حضرات انصار اور مہاجرین سے راضی ہے جو شخص قصد آقرآن کو جھٹلائے ایمان سے منہ موڑے اس سے کیا بات کی جاسکتی ہے شیعوں کا عقیدہ ہے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ مونہیں تھے شیعوں کو خود اپنے ایما کی فکر نہیں ہے کہ بغض صحابہ انہیں کچھ سوچنے نہیں دیتا عامۃ المسلمين سے ہمارا خطاب ہے ان آیات میں غور کریں تاکہ شیعوں کے کفر میں کوئی شخص شک نہ کرے۔

حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں اللہ سے ڈرو (دوسرا فرمایا) میرے بعد تم انہیں نشانہ نہیں بنالیانا، سو جس نے ان سے محبت کی تو میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی، اور جس نے ان سے بغض رکھا مجھ سے

بغض رکھنے کی وجہ سے ان سے بغض رکھا، اور جس نے انہیں اذیت دی اس مجھے اذیت دی، اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے اللہ کو اذیت دی، اور جس نے اللہ کو اذیت دی قریب ہے کہ وہ اسے پکڑ لے گا۔
(رواه الترمذی کمانی المشکلۃ ۴۵۵)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو برا کہہ رہے ہیں تو کہہ دو کہ تم پر اللہ کی لعنت ہے تمہارے شر کی وجہ سے۔ (ایضاً) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ میرے صحابہ کو برانہ کہو کیونکہ (انکا مرتبہ اتنا بڑا ہے کہ) تم میں سے کوئی شخص اگر احاد (پہاڑ) کے برابر سونا خرچ کر دے تو یہ (ثواب کے اعتبار سے) ان میں سے کس کے ایک مدیا نصف مد کو بھی نہیں پہنچ گا۔
(کذا فی المشکلۃ ۵۳۵ عن ابخاری و مسلم)

اس زمانہ میں غلہ ناپنے کا ایک برتن ہوتا تھا اسے مد کہتے تھے (نئے اوزان سے ایک مد کا وزن سات سو گرام کے لگ بھگ بتتا ہے۔ ۱۲)

اللہ تعالیٰ شامہ، روانض کے شر سے مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔

وَهُوَ الْهَادِي إِلَى سَبِيلِ الرِّشادِ، هُنَّا أَخْرُ تَفْسِيرِ سُورَةِ الْفَتحِ، الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي فَتَحَ عَلَيْنَا اسْرَارَ الْقُرْآنِ وَجَعَلَنَا مِنْ يَدِخُلِ الْجَنَانِ وَالصَّلوةَ وَالسَّلامَ عَلَى خَيْرِ رَسُولِهِ



مرادر رسول، شہید محراب

حضرت عمر بن خطاب

مولانا محمد جہاں یعقوب

مسلمانوں کے دوسرا خلیفہ راشد، اعدل الاصحاب، امام العادیین، مرادر رسول، شہید محراب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ وہ صحابی ہیں جن کی فضیلت کے لیے اتنا کافی ہے کہ قرآن کریم ان کی رائے کی موافق تھتا ہے اور سید المرسلین، خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے فرمایا: میرے بعد اگر کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر ہوتا۔ (سنن ترمذی)

22 لا کھر بع میل پر حکومت کرنے والے خلیفہ کی زندگی کا ایک ایک گوشہ اپنے اندر ایسے انمٹ نقوش لیے ہوئے ہے جن کا اتباع کرنے والے بادشاہ ہوں یا رعایا بھی راہ ہدایت پر گام زن ہو جاتے ہیں آپ کی اطاعتِ الہبی، اتباعِ رسول، زهد و تقوی، اخلاق حسنة، رعایا کی تغہبانی، یقیموں پر شفقت، غمِ زدوں کی غم گساری، غریبوں پر رحم، ناداروں کی دل جوئی، بے سہاروں کے ساتھ ہم دردی، عاجزی و انکساری، احساسِ ذمہ داری، بیت المال سے حق دار کی خیر خواہی، یا دُ آخرت و فیہ تمام ہی صفاتِ عالیہ قبل تقلید ہیں۔

آپ کا نام مبارک ”عمر“ ہے، دور جاہلیت اور اسلام دونوں میں آپ کا نام عمر ہی رہا، عمر کا معنی ہے آباد کرنے یا آباد رکھنے والا۔ چوں کہ آپ کے سبب اسلام کو آباد ہونا تھا لہذا پہلے ہی سے یہ نام عطا کر دیا گیا، نیز آپ کا عہد خلافت چوں کہ اسلام کی آبادی کا زمانہ ہے اس لحاظ سے بھی آپ اسم بامسی ہوئے۔ آپ کا لقب فاروق ہے۔ اس لقب کے حوالے سے حضرت علی المرتضی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے عرض کی گئی کہ: ہمیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے متعلق کچھ بتائیے تو ارشاد فرمایا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حضرت عمر وہ ہستی ہیں جنہیں اللہ عزوجل نے لقب فاروق عطا فرمایا، کیوں کہ آپ نے حق کو باطل سے جدا کر دکھایا۔ (تاریخ ابن عساکر)

حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا سے عرض کی گئی: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو فاروق کا لقب کس نے دیا؟ انہوں نے ارشاد فرمایا: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا۔ (اسد الغابہ) ایک روایت میں ہے کہ حضرت جبریل امین علیہ السلام نے فرمایا: زمین میں ان کا نام عمر اور آسمانوں میں فاروق ہے۔ (الریاض العصرۃ فی مناقب العشرۃ)

آپ کی کنیت ابو حفص ہے، جس کی نسبت آپ کی صاحب زادی حضرت سیدہ حفصة رضی اللہ عنہا کی طرف ہے، جو ام المؤمنین بھی ہیں۔ آپ کا لقب وکنیت دونوں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عطا کردہ ہیں۔ سب سے پہلے امیر المؤمنین کا لقب بھی حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو دیا گیا، اس کا پس منظیریہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک بار حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تو خلیفہ رسول اللہ کہا جاتا تھا جب کہ مجھے یہ نہیں کہا جاسکتا کیوں کہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خلیفہ ہوں اور اگر یہ کہا جائے خلیفہ خلیفہ رسول اللہ توبات لمبی ہو جائے گی۔ اس وقت حضرت مغیرہ بن شعیب رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ ہمارے امیر ہیں اور ہم مؤمنین ہیں تو آپ ہوئے امیر المؤمنین۔ آپ نے فرمایا نیہ ٹھیک ہے۔ (الاستیعاب)

آپ رضی اللہ عنہ کا نسب نویں پشت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نویں پشت میں کعب کے دو بیٹے ہیں مرہ اور عدی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرہ کی اولاد میں سے ہیں، جب کہ حضرت رضی اللہ عنہ عدی کی اولاد میں سے ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ مکہ میں پیدا ہوئے اور ان چند لوگوں میں سے تھے جو لکھ پڑھ سکتے تھے۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سخت مخالفت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کر لیا۔ اس لیے آپ کو مراد رسول بھی کہا جاتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی تھی:

اے اللہ! ابوجہل اور عمر بن خطاب میں سے، جو آپ کو زیادہ محبوب ہوا اس کے ذریعے اسلام کو

غلبہ عطا فرم۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ یہ روایت بیان کر کے آگے کہتے ہیں : اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دونوں میں سے عمر بن الخطاب زیادہ محبوب تھے۔ (سنن ترمذی)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں : عمر بن الخطاب نے جب سے اسلام قبول کیا تب سے ہماری طاقت و قوت میں اضافہ ہوتا گیا۔ (صحیح بخاری)

ہجرت کے موقع پر کفار مکہ کے شر سے بچنے کے لیے سب نے خاموشی سے ہجرت کی، مگر آپ کی غیرت ایمانی نے چھپ کر ہجرت کرنا گوار نہیں کیا۔ آپ نے توار ہاتھ میں لی، کعبہ کا طواف کیا اور کفار کے مجمع مخاطب کر کے کہا : ”تم میں سے اگر کوئی شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کی بیوی بیوہ ہو جائے، اس کے بچے یقین ہو جائیں تو وہ مکہ سے باہر آ کر میر اراستہ روک کر دیکھ لے“ مگر کسی کافر کی ہمت نہ پڑی کہ آپ کاراستہ روک سکتے۔

سیدنا عمر بن الخطاب دین میں اس قدر پختہ تھے کہ انسان کا سب سے بڑا دشمن شیطان بھی ان کے مقابلے میں آنے سے کتراتا تھا۔ اسی حقیقت کے متعلق نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی ہے : اے ابن خطاب! اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جب کبھی شیطان کا سر را تم سے سامنا ہوتا ہے تو وہ تمہارا راستہ چھوڑ کر دوسرا راستے پر چل دیتا ہے۔ (صحیح بخاری)

یہ بات بھی بہت مشہور ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب جو موقف اختیار کرتے تھے تو اس کی تائید میں قرآن مجید نازل ہو جاتا تھا۔ جیسا کہ صحیح مسلم کی روایت میں ہے : مقام ابراہیم کو مستقل جائے نماز بنانے کی رائے، امہات المؤمنین کو حجہ کا حکم دینے کی رائے، بدر کے قیدیوں سے متعلق رائے کے ذریعے حضرت عمر بن الخطاب نے اپنے رب سے موافقت کی تھی۔ (صحیح مسلم)

قرآن کریم میں بہت سی آیات طیبہ ہیں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئیں اور آپ کی شان و عظمت پر دلالت کرتی ہیں۔

1... آپ نے جب اسلام قبول کیا اور اہل حق کی تعداد چالیس ہو گئی تو سورہ انفال کی چند آیات نازل ہوئیں۔ (بجمکبیر)

2... ازواج مطہرات کے متعلق طلاق کی غلط خبر مشہور ہوئی تو آپ نے بارگاہ رسالت میں رجوع

کیا اور حقیقتِ حال دریافت کر کے مسجد نبوی میں اس کا اعلان کر دیا تو سورہ نسا کی چند آیات نازل ہوئیں۔ (مسلم)

3... سورہ تحریم کی ایک آیت میں آپ کو صاحب المونین یعنی ”نیک ایمان والے“ کہا گیا۔

(درمنثور)

4... ایک کافرنے آپ کے ساتھ بیہودگی کی تو سورہ بنی اسرائیل کی ایک آیت میں آپ کو صبر

و معاف فرمانے کی تلقین کی گئی۔ (خازن)

5... اسی طرح ایک دوسرے موقع پر سورہ جاثیہ کی ایک آیت میں بھی آپ کو درگز رکرنے کا حکم

ہوا۔ (الکشف والبيان)

6... سورہ سجده کی ایک آیت میں آپ کے ایمان کو بیان کیا گیا۔ (زاد المسیر)

7... جنگ بدر میں آپ نے اپنے ماموں عاص بن ہشام بن مغیرہ کو قتل کیا تو سورہ مجادلہ کی ایک

آیت میں آپ کے دشمنان خدا و رسول سے دوستی نہ کرنے کی گواہی دی گئی۔

8... سورہ آل عمران کی آیت میں آپ کے مشیر رسول ہونے کا بیان ہے۔ (درمنثور)

9... آپ نے بارگاہ رسالت میں آواز کو انتہائی پست رکھ کر اس بارگاہ عرش نشان کا انتہائی ادب

کیا تو سورہ حجرات کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں اور آپ کے باطنی تقویٰ کو بیان کیا گیا۔ (ابحر الجیط)

اس کے علاوہ بھی آیات مقدسہ ہیں جو آپ کے حق میں نازل ہوئیں، تفصیل کے لیے فاسیر کی

طرف مراجعت کیجیے۔

اسی موضوع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گواہی دیتے ہوئے فرماتے ہیں : بے شک اللہ تعالیٰ نے

عمر (رضی اللہ عنہ) کی زبان اور ان کے دل پر حق رکھ دیا ہے۔ (ترمذی)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فرزند ارجمند ابن عمر رضی اللہ عنہ بھی کچھ ایسی ہی گواہی دیتے ہوئے کہتے

ہیں : جب بھی لوگوں کو کوئی مسئلہ پیش آتا جس میں آرائ مختلف ہوتیں اور عمر رضی اللہ عنہ کوئی اور رائے پیش کرتے تو

قرآن کریم انہی کی رائے کی تائید میں نازل ہو جاتا۔ (مسند احمد)

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بعد سیدنا عمر بن الخطاب کی خلافت کی طرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا صاف اشارہ ایک حدیث سے یوں ملتا ہے:

دورانِ خواب میں نے اپنے آپ کو ایسے کنوں پر پایا جس کی منڈیر نہیں تھی، اس میں ایک ڈول تھا۔ میں نے اس کنوں سے جتنے اللہ تعالیٰ نے چاہے ڈول کھینچ، پھر اس ڈول کو ابن قافہ (ابو بکر بن عثیمین) نے تھام لیا۔ انہوں نے اس کنوں سے ایک یادو ڈول کھینچ، ان کے کھینچ کی کمزوری کو اللہ معاف فرمائے، اس کے بعد ڈول بڑے ڈول میں تبدیل ہو گیا اور اس کو ابن الخطاب (بنی عثیمین) نے پکڑ لیا۔ میں نے انسانوں میں کوئی مضبوط طاقت و رُخْض نہیں دیکھا جو عمر (بنی عثیمین) کی طرح ڈول کھینچتا ہو۔ اس نے اتنے ڈول کھینچ کہ سب لوگ جانوروں اور زمین سمیت سیراب ہو گئے۔ (بخاری)

یہ حدیث سیدنا عمر بن الخطاب بنی عثیمین کی خلافت کی واضح دلیل ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد وہی خلیفہ راشد فرار پا سکیں گے۔ حضرت عمر فاروق بنی عثیمین کی خلافت و امامت پر نہ صرف صحابہ رضی اللہ عنہم بلکہ تمام امت مسلمہ کا اجماع ہے۔

سیدنا حضرت علی المرتضی بنی عثیمین خود بھی حضرت عمر بنی عثیمین کے مداح تھے۔ حضرت ابن عباس بنی عثیمین بیان کرتے ہیں کہ میں ان لوگوں میں کھڑا تھا، جو عمر بنی عثیمین کے لیے اس وقت دعا کر رہے تھے جب آپ کو چار پائی پر لٹایا گیا تھا۔ اچانک میرے پیچھے سے ایک شخص نے اپنی کہنی میرے کندھوں پر رکھی اور یوں دعا کی: ”اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے، مجھے اللہ تعالیٰ سے امید تھی کہ وہ آپ کو آپ کے دونوں ساتھیوں کے ساتھ ہی جمع کر دے گا، کیوں کہ میں اکثر ویژت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ الفاظ سننا کرتا تھا“ میں، ابو بکر اور عمر نے یوں کیا، میں ابو بکر اور عمر گئے“ تو اسی لیے مجھے امید تھی کہ آپ کو اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھیوں کے ساتھ ہی اکٹھا کر دے گا۔“ ابن عباس بنی عثیمین کہتے ہیں: میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ علی بنی عثیمین تھے جو یہ دعا کر رہے تھے۔ (بخاری)

قرآن کریم کے مطابق تمام صحابہ کرام محبت والافت اور باہمی رحم دلی میں بے مثال تھے۔ اسی لیے حضرت عمر فاروق اور حضرت علی رضی اللہ عنہما بھی ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھ شیر و شکر رہے، غزوہ

خندق کے موقع پر جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے مشہور جنگ جو کافر عمر بن عبدو ڈکو جہنم رسید کیا تو حضرت عمر فاروق رض نے فرط مسرت سے ان کا سرچوم لیا۔ (کشف الغمہ)

آپ اکثر یہ دعائیں گا کرتے تھے: ابی! مجھے اس وقت زندہ نہ رکھنا جب کوئی مشکل پیش آئے اور اس کو حل کرنے کے لیے حضرت علی موجود نہ ہوں۔ دوسری طرف حضرت علی المتصی کرم اللہ وجہہ الکریم کے کیا جذبات تھے، شیعہ کتب سے ملاحظہ کیجیے:

بعد وصال جب حضرت عمر رض کو کوفن پہنادیا گیا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ان کے بارے میں فرمایا: مجھے روئے زمین پر اس سے زیادہ محبوب کوئی شے نہیں کہ میں ان جیسے اعمال لے کر بارگاہ رب العزت میں حاضر ہوں۔ (تلخیص الشافی، مطبوعہ نجف اشرف)

ایک موقع پر فرمایا: حضرت ابو بکر و حضرت عمر رض کا کردار نہایت عمدہ تھا اور ان دونوں نے اپنے دور خلافت میں امت میں عدل و انصاف قائم کیا۔ (ناجح اتوار تخت)

ایک بار فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت عمر رض کے شہروں کو برکت دے۔ آپ نے کبھی کو درست کیا، بیماری کا علاج کیا، فتنہ و فساد کو پس پشت ڈالا، سنت نبوی کو قائم کیا۔ وہ دنیا سے پاک دامن رخصت ہوئے۔ انہوں نے خیر کو پالیا اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت و تقوی کا حق ادا کر دیا۔ (نجح البلاغہ)

تاریخ گواہ ہے کہ جس تدریفت و تحریات اور احکامات شرعیہ کا نفاذ آپ رض کے زمانہ خلافت میں ہوا اتنا کسی اور خلیفہ کے زمانے میں نہ ہوا، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر ملال کے وقت اسلامی حکومت کا کل رقبہ تقریباً نو لاکھ ستائیں ہزار مریع میل تھا۔ خلافت صدیقی میں اس رقبے میں مزید دو لاکھ پچھتر ہزار ایک سو چونسٹھ مریع میل کا اضافہ ہوا اور سلطنت اسلامیہ کا کل رقبہ بارہ لاکھ دو ہزار ایک سو چونسٹھ مریع میل ہو گیا اور پھر خلافت فاروقی کی عظیم الشان فتوحات کی بدولت اس رقبہ میں تیرہ لاکھ نو ہزار پانچ سو ایک مریع میل کا اضافہ ہوا اور یوں پچھیں لاکھ گیارہ ہزار چھ سو یمنسٹھ مریع میل زمین آپ کے زیر گنیں آگئی۔ یہ تمام علاقہ بغیر آر گناہ نہ ڈآری کے فتح کیا۔ آپ کی ان فتوحات میں اس وقت کی دو پر پا اور طاقتیں روم اور ایران بھی ہیں۔ آج سیلہ لائٹ میزائل اور آب دوزوں کے دور میں دنیا کے کسی حکمران کے پاس اتنی بڑی

سلطنت نہیں ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے کسی ساتھی نے ان کی حکم عدوی نہیں کی، وہ ایسے عظیم مدبر و فتنم تھے کہ عین میدان جنگ میں اسلام کے مایہ ناز کمانڈر سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو معزول کر دیا اور کسی کو یہ حکم ٹالنے اور بغاوت کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جن علاقوں کو فتح کیا وہاں آج بھی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا نظریہ موجود ہے، دن رات کے پانچ اوقات میں مسجد کے میناروں سے اس نظریہ کا اعلان ہوتا ہے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دنیا کو ایسے سسٹم دیے جو آج تک دنیا میں موجود ہیں۔ آپ کے عہد میں باجماعت نماز تراویح کا باقاعدہ سلسلہ شروع ہوا، آپ کے دور میں شراب نوشی کی سزا 80 کوڑے مقرر ہوئی، سن ہجری کا اجر اکیا، جیل کا تصور دیا، موذنوں کی تنخواہیں مقرر کیں، مسجدوں میں روشنی کا بندوبست کروایا، باور دی پویس، فوج اور چھاؤں کا قیام عمل میں لایا گیا، آپ نے دنیا میں پہلی بار دودھ پیتے پھوٹ، معدزوں، بیواؤں اور بے آسرالوگوں کے وظائف مقرر کیے۔ آپ نے دنیا میں پہلی بار حکم رانوں، گورزوں، سرکاری عہدے داروں کے اثاثے ڈیکلیسر کرنے کا تصور دیا۔ آپ جب کسی کو سرکاری عہدے پر فائز کرتے تھے تو اس کے اثاثوں کا تجھیں لگوا کر اپنے پاس رکھ لیتے اور اگر عرصہ امارت کے دوران عہدے دار کے اثاثوں میں کوئی غیر معمولی اضافہ ہوتا تو اس کی تحقیق کرتے۔ یہ وہ سسٹم ہے جس کو دنیا میں کوئی دوسرا شخص متعارف نہ کروسا کا، دنیا کے 245 ممالک میں یہ نظام کسی صورت میں موجود ہے۔ ان حقائق کی روشنی میں زبان و قلم بے اختیار گواہی دیتا ہے کہ دنیا کا سکندر اعظم عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں۔

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو حج سے واپسی کے بعد ابو لونا می مجوہ ایرانی غلام (جس کی قبر آج بھی معلوم ہے اور ایرانی اسے بابا فیروز کے نام سے یاد کرتے ہیں، فیروزہ نامی پتھر بھی اسی بدترین دشمن اسلام کی طرف منسوب ہے) نے خبر کے پے در پے تین وارکر کے شدید زخمی کر دیا۔ آپ تین دن اسی حالت میں رہے، مگر نماز کوئی نہ چھوڑی، پھر کیم محروم الحرام کو دس سال پانچ مہینے اور اکیس دن مندرجہ خلافت پر متمکن رہنے کے بعد 36 برس کی عمر میں آپ شہید ہو گئے۔ آپ اکثر یہ دعا فرمایا کرتے تھے: اللهم ارزقني الشهادة في سبيلك، واجعل موتي في بليل رسولك (صلی اللہ علیہ وسلم) (الی تو مجھے اپنی راہ میں شہادت کی موت عطا فرم اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر مدینے میں من راضیب فرم۔)

آپ نے وصیت کرتے ہوئے فرمایا: جب مجھے قبر میں رکھ دو تو میرا گال زمین سے یوں ملا دینا کہ اس کے اوڑیز میں کے درمیان کوئی چیز حائل نہ رہے۔ آپ کو بیری کے پتوں سے پانی گرم کر کے غسل دیا گیا اور دو چادر وں اور جو تمیص پہن رکھی تھی اس میں کفنا یا گیا۔ وصیت کے مطابق آپ کی نمازِ جنازہ حضرت صہیب رض نے چار تکبیروں کے ساتھ پڑھائی اور کلیمِ محرم الحرام کو روضہ رسول میں دفن ہونے کی سعادت پائی۔ (اسد الغاہ، طبقاتِ کبریٰ)

ہر ذی روح کو پیامِ اجل کو لبیک کہنا ہے اور ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے، ویسے تو دنیا سے لاکھوں لوگ رخصت ہوئے، حضرت عمر فاروق رض نے دنیا سے پردہ فرمایا تو کیا سماں تھا؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تاثرات کیا تھے؟ ملاحظہ کبجیے:

آپ پر قاتلانہ حملہ ہوا تو مهاجرین و انصار نے کہا: اللہ تعالیٰ ہماری عمریں بھی آپ کو گاڈے۔ حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم نے آپ کے چہرے سے کفن کا کپڑا اہٹا کر کہا: اللہ تعالیٰ آپ رحم فرمائے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رض فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! میرے گمان میں خاردار درخت بھی آپ کے وصال پر غم زدہ ہیں۔ (طبقاتِ کبریٰ) (رضی اللہ عنہ و آرضاہ



محرم الحرام، توهہات کی زد میں

مولانا محمد سرور شوکت

مختص فی الحدیث، جامعہ فاروقیہ کراچی

نبی اکرم ﷺ اور مگر تمام انبیائے کرام دنیا میں لوگوں کے لیے ہدایت و راہنمائی لے کر آئے تھے، جس کی روشنی میں لوگ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ طریقہ پر چل کر دنیا و آخرت کی کام یا بیان حاصل کریں اور دوسری طرف اپنی طرف سے بنائے گئے توهہات، خیال پرستی، وساوس اور فضول رسومات کو چھوڑ کر خواہ مخواہ کی مشقت، تکلیف سے نکل جائیں۔

اللہ تعالیٰ نے شریعت کو زندگی کا واحد طریقہ قرار دیا، تاکہ افرادی و اجتماعی زندگی کی گزر برس عافیت و آسانی کے ساتھ ہو، کوئی قانونی یچھیدگی، خلانہ ہو، انسانوں کو طریقہ و قانون خود طے کرنے کی تکلیف نہ دی جائے، کیوں کہ اس کا علم، تجربہ محدود ہے، یہ کل کا دھن لا ساختیاں لاسکتا ہے، مگر اس کی حقیقت، ضرورت و مسائل کا بخوبی اور اک نہیں کر سکتا، وحی کی روشنی میں ماضی، حال اور مستقبل کی ضرورتوں کا انتظام ہو سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے احکامات میں حضرت رسول ﷺ کی پیروی میں سراسر فائدہ اور سہولت ہے، انسان نے جب بھی اس کو چھوڑ کر دوسرے راستے اختیار کیا ہے تو اس نے ہمیشہ سہولت، راحت کے بد لے مشقت اور تکلیف اٹھائی، محرم الحرام اور سال بھر کے سارے مہینوں، دنوں کے بارے میں نبوی ہدایات موجود ہیں، ہر خوشی غنی کے بارے میں بتایا گیا ہے، مگر دخل اندازی کا اثر یہ ہوا کہ اب جوں ہی ماه محرم قریب آتا ہے، ہر طرف سوگ کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے، طرح طرح کی رسومات و توهہات لوگوں کو گھیر لیتی ہیں، کیا ان

پڑھ، کیا جاہل؟ اچھے خاصے پڑھ لکھے، مذہب سے وابستگی رکھنے والے لوگ بھی عقیدہ کی کمزوری، تو ہم پرستی، فضول رسومات اور اہل باطل کے پھیلائے ہوئے جاں میں پھنسے نظر آتے ہیں۔

ماہِ محرم محترم یا منحوس؟

ماہِ محرم میں سوگ منانا، اسے منحوس سمجھنا اور کوئی خوشی کی تقریب انجام نہ دینا لوگوں کی اپنی بنائی ہوئی پابندیاں ہیں، شریعت نے کسی طرح بھی ان توہمات کو اختیار کر لینے کا نہیں بتایا ہے، اہل باطل نے جب یہ دیکھا کہ ان کی تعداد کم ہے، تو ایسی باتیں مسلمانوں میں پھیلائیں، جن سے خوف، دہشت توہمات کی کیفیت طاری ہو جائے، تاکہ ان کے خانہ زاد ”غم“ اور ”تعزیہ“ کو افراد اور ماحول کی قوت ملے۔

کوئی چیز بذات خود منحوس نہیں ہوتی، بلکہ نخوست انسان کی بد اعمالیوں کی وجہ سے آتی ہے، اس کا سبب کسی مہینے، جانور، ستارے یا کسی بے جان چیز کو قرار دینا، یہ جہالت ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے غلط عقیدوں کی سختی کے ساتھ تردید فرمائی ہے۔ چنانچہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے نخوست کا سبب بد اعمالیوں کو بتایا ہے، ارشاد پاک ہے۔

﴿قَالُوا إِلَيْنَا إِلَكَ وَمِنْ مَعَكَ قَالَ طَاءِرُ كُمْ عِنْدَ اللَّهِ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُونَ﴾

(انمل، آیت: 47)

ترجمہ: وہ لوگ کہنے لگے کہ ہم تو تم کو اور تمہارے ساتھ والوں کو منحوس سمجھتے ہیں (حضرت صالح علیہ السلام نے جواب میں) فرمایا کہ تمہاری (اس) نخوست کا (سبب) اللہ کے علم میں ہے، بلکہ تم وہ لوگ ہو کہ (اس کفر کی بدولت) عذاب میں بٹتا ہو گے۔

حضرت صالحؐ نے اپنی قوم کو جب ایمان کی دعوت دی تو ان لوگوں نے حضرت صالح علیہ السلام سے کہا: ”جب سے تم لوگ آئے ہو، ہم پر قحط و سختیاں آگئی ہیں، یہ نخوست تم لوگوں کی وجہ سے ہے۔“ اللہ تعالیٰ نے اس کی تردید فرمائی کہ تم پر جو آفت پڑی ہے، یہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب ہے، اس کا سبب تو اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ وہ بد اعمالیاں ہیں، حق کی دعوت دینے والے اس کا سبب نہیں، ان کی دعوت کو ٹھکرانا اور نہ ماننا اس عذاب کا سبب ہے۔

اسی طرح قرآن پاک میں دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ﴿وَإِنْ تُصِّبُهُمْ سَيِّئَةً يَكْلِيرُوا إِيمُونَيْ وَمَنْ مَعَهُمْ إِلَّا إِمَّا طَائِرُهُمْ عِنْدَ اللَّهِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ﴾ (الاعراف، آیت: 131) ترجمہ: اور اگر ان کو کوئی بدحالی پیش آتی تو موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کی خوست بتلاتے ہیں، یاد رکھو! ان کی خوست (کا سبب) اللہ کے علم میں ہے، لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔

حضرت موسیٰ نے جب فرعون اور اس کی قوم کو ایمان کی دعوت دی، تو انہوں نے انکار کیا، جس کی وجہ سے ان پر قحط سالی آئی، اس پر وہ کہنے لگے کہ یہ سب (معاذ اللہ) موسیٰ اور ان کے رفقاء کی خوست ہے، توحیق تعالیٰ نے مذکورہ جواب ارشاد فرمایا۔

حضرت رسول اللہ ﷺ نے بھی اس طرح کی باتوں سے منع فرمایا ہے جیسا کہ صحیح مسلم کی ایک روایت میں ذکر ہے: عن أبي هریرہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم :”لا عدوی ولا طیر ولا هامة ولا صفر“

ترجمہ:

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا نہ بیماری کا متعددی ہونا ہے (زمانہ جاہلیت میں لوگوں کا اعتقاد تھا کہ جو شخص بیمار کے ساتھ کھاتا پیتا ہے تو اس کی بیماری اس کو بھی لگ جاتی ہے) اور نہ بدفالي ہے (عرب کی عادت بدشگونی کی تھی، جب کوئی کام کرنے کا ارادہ کرتے تو پرندے کو اڑاتے، اگر وہ دائیں جانب جاتا تو نیک شگون لیتے اگر وہ بائیں جانب جاتا تو بدشگونی لیتے) اور نہ ہامہ ہے (یہ پرندے کا نام ہے، جاہلیت میں لوگوں کا زعم باطل تھا کہ یہ مقتول کی ہڈیوں سے پیدا ہوتا ہے اور فریاد کرتا ہے میری پیاس بجھاؤ، یہاں تک کہ اس کا قاتل مارا جائے) نصفر (ماہ صفر کے بارے میں عرب کا یہ اعتقاد تھا کہ اس میں حادث و آفات کا نزول ہوتا ہے۔)

جس طرح جاہلی دور میں لوگ صفر کے مہینہ کو منحوس سمجھتے تھے اور طرح طرح کے توبہات کا شکار تھے، کچھ نا سمجھ لوگ اب بھی ایسا نخیال کرتے ہیں، مگر پڑھے لکھے ایک قدم آگے بڑھ کر محترم مہینہ کو بھی منحوس سمجھنے لگے۔

اسلامی تقویم کا استعمال

محرم الحرام اسلامی تقویم ہجری کا پہلا مہینہ ہے، اللہ تعالیٰ نے مہینوں کو جس شکل میں پیدا کیا تھا، اس میں تبدیلیاں کی گئی تھیں، مشرکین عرب مہینوں کے نام بدل دیتے تھے، پورے سال کے مہینوں کی صحیح تعینیں مشکل ہو گئی تھی، مگر جب ایسا وداع کے موقع پر یہ تبدیلی بھی ختم ہو گئی، حقیقت میں تو کوئی مہینہ بدلا نہیں جاسکتا، مگر ناموں کی تحریف کر کے اپنے خیال میں مہینہ بدل دیتے تھے، آخری حج کے موقع پر یہ تحریف و تبدیلی کا عمل درست سمت کی طرف آیا، ذوالحجہ کا مہینہ قریش کے حساب میں بھی اسی جگہ پر آیا جو اس کا اصلی اور فطری مقام تھا، اس طرح سے زمانہ رسالت سے ہی اسلامی تقویم ہجری کی بنیاد پڑ گئی، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سال بھر کے مہینوں کا درست اور واقعی حساب کے مطابق آنے کا ذکر (اعلان) فرمایا: ”ان الزمان قد استدار كھیئة يوم خلق الله السموات والارض السنة اثنا عشر شهرًا، منها أربعة حرم: ثلاث متواлиات: ذو القعدة وذوالحجۃ وذو المحرم، ورجب مضـر، الذی بین جمادی وشعبان“۔

ترجمہ: یقیناً اب زمانہ اس حالت پر آچکا ہے، جس پر اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمانوں کو پیدا کیا تھا (یعنی ہر مہینہ اپنی جگہ پر آچکا ہے) سال کے بارہ مہینے ہیں، ان میں سے چار حرمت والے ہیں، تین پے درپے ہیں، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم اور (ایک) قبلیہ مضـر کا نام رکھا ہوا مہینہ رجب کا ہے، جو جمادی (الثانیہ) اور شعبان کے درمیان ہے۔

اور اس کا اجر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں ربع الاول، سن 16ھ سے ہوا، امام ابن کثیر تقویم ہجری کی بنیاد پڑنے کے اسباب اور اس کی ابتداء بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”(مورخ) واقدی کا بیان ہے: اس سال یعنی سن 16، ربيع الاول کے مہینے میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ نے (ہجری) تاریخ کو لکھا اور وہ پہلے شخص ہیں، جنہوں نے ہجری تاریخ کو لکھا۔ ابن کثیر کہتے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت میں اس کے بنیاد پڑنے کی وجہ ہم لکھ چکے ہیں اور وہ یہ بات تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے ایک وثیق نامہ پیش کیا گیا، جس میں ایک آدمی کے ذمہ

دوسرے پر قرض کی ادائیگی کے بارے میں لکھا ہوا تھا، جس کے مطابق شعبان میں اس کی ادائیگی ضروری تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ وثیقہ پڑھ کر پوچھا: کون سے شعبان میں ادائیگی ضروری تھی؟ سالِ روایت کے شعبان میں یا سالِ گزشتہ کے شعبان میں یا آئندہ آنے والے شعبان میں؟ (تو مہینہ لکھا ہوا ہونے کے باوجود اس کی تعین نہیں ہو سکتی تھی) اس وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو جمع کیا، ان سے مشورہ طلب کرتے ہوئے فرمایا: کسی ایسی تاریخ کا سلسلہ شروع کرو، جس سے لوگ اپنے قرضوں کی ادائیگی کا صحیح وقت معلوم کر سکیں۔

چنان چہ مختلف مشورے سامنے آئے، بالآخر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے چند صحابہ کی طرف سے ہجرت سے "تقویم" شروع کرنے کی رائے پیش کی گئی، جس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ کرام نے پسند کیا، کیوں کہ ولادت اور بعثت کی تاریخوں کے بجائے اس کی شہرت زیادہ تھی، سب کو اس کی خبر تھی، اس لیے استعمال میں بھی سہولت تھی، اس کے بعد عربی سال کے مطابق محرم سے پہلا سال حساب کر لیا گیا۔ ہجری سال کا مطلب یہ ہوا کہ ہجرت کا واقعہ جس سال پیش آیا تھا، اس سال کے گزرنے کے بعد آنے والا فلاں سال، تو یہ تاریخ واقعہ ہجرت کے بجائے سال ہجرت سے شمار کی جاتی ہے، کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ تشریف آوری محرم سمیت تقریباً دو ماہ بعد ربیع الاول میں ہوئی تھی، واقعہ ہجرت کو بتانے کے لیے مزید دو مہینوں کا اضافہ بھی شمار کیا جائے گا۔

سن 16ھ کے بعد سے تمام مسلمان اپنی تاریخوں میں ہجری تقویم کو استعمال کرتے آئے ہیں، تاریخ کی کتابوں میں واقعات اسی تقویم کے مطابق ذکر ہیں، یہ تقویم قمری مہینوں کے مطابق ہے، جس کے مطابق عظیم عبادات روزہ، عیدین، قربانی، حج وغیرہ کو ادا کیا جاتا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے بھی اس کی ترغیب ملتی ہے۔

چنان چھ مسلم میں روایت ہے: "عَنْ أَبْنَى عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّمَا الشَّهْرُ تِسْعَ وَعِشْرُونَ. فَلَا تَصُومُوا حَتَّى تَرُوَةَ وَلَا تَفْطِرُوا حَتَّى تَرُوَةَ. فَإِنَّمَا عَلَيْكُمْ فَاقْدِرُوا هُنَّا"

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، مہینہ انتیس دن کا (بھی) ہوتا ہے، پس تم (شعبان کی انتیس کے بعد) روزہ رکھو، یہاں تک کہ چاند کو دیکھ لواور (رمضان کی انتیس کے بعد) روزہ افطار نہ کرو، یہاں تک کہ چاند کو دیکھ لوا، اگر کہیں بادل چھا جائیں تو پھر اس کے لیے (تیس دن کا) حساب کا اندازہ کرلو۔

کتنے پڑھے لکھے، دین دار لوگ ہیں جن کو اسلامی تقویم کا پتہ نہیں، اسلامی مہینوں کے نام نہیں آتے، ہر روز کی تاریخ معلوم نہیں کرتے، اس کے برخلاف سمسی تقویم، اس کے مہینوں کے نام و تاریخ ہر کسی کو معلوم ہوتی ہے۔ جب جنوری کا مہینہ آتا ہے تو ”نیوایر نائٹ“ پر وہ بھی خوشیاں مناتے ہیں، نئے سال کا آغاز سمجھتے ہیں، حالاں کہ ہمارا نیا سال تو محرم الحرام کے باہر کست مہینہ سے شروع ہوتا ہے، ہماری تہذیب مستقل ہے، ہم کسی کے بھکاری نہیں، کسی سے لینے کی ضرورت نہیں، ہم ہی ساری دنیا کو تہذیب و شانگی کے آداب و طریقے سکھانے والے ہیں۔

اگر چہ دوسری تاریخوں اور کیلئے روپوں کا استعمال گناہ نہیں ہے، اس کی اجازت ہے، تاہم اسلامی تقویم ہجری کی حفاظت کرنا سب مسلمانوں کا فرض ہے اور اس کے استعمال میں ثواب ہے، جس سے محروم نہیں ہونا چاہیے، ضرورت یا مشکل نہ ہو تو اپنی شاخت کو باقی رکھنا بھی ایک غیرت مند مسلمان کے لیے بڑی اہمیت رکھتا ہے، اس کی بہتر شکل قمری تاریخ کو دوسری تقویم کے بغیر استعمال کرنا ہے۔

یوم عاشورا

چنانچہ مسلم شریف کی حدیث میں وارد ہے: ”**افضل الصيام بعد رمضان، شهر الله المحرم، وأفضل الصلاة بعد الفريضة صلوٰة الليل**“

ترجمہ: رمضان کے روزوں کے بعد سب سے **فضل اللہ** کے مہینہ محرم کے روزے ہیں اور فرض نماز کے بعد سب سے **فضل رات کی نماز (تہجد)** ہے۔

اہل وعیال پر خرچ کرنا

محرم الحرام میں دوسری چیزوں اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنا ہے، اس کی خاص فضیلت وارد ہے،

اگرچہ اس کی سندوں پر کلام ہے، مگر محمد بنین نے تصریح کی ہے کہ اس روایت کی مختلف سندوں کو ایک دوسرے کے ساتھ جوڑنے سے قوت پیدا ہو جاتی ہے، اس لیے اس کو بیان کرنے میں کوئی بڑا مشکال باقی نہیں رہتا۔ چنان چہ حضرت ابن مسعود، حضرت ابوسعید الخدري، حضرت ابوہریرہ اور حضرت جابر رضي اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”من وسح علی عیالہ فی یوم عاشوراء، وسح اللہ علیہ السنۃ کلها۔“^[۲]

ترجمہ: جو شخص عاشورا کے دن اپنے گھر والوں پر خرچ کرنے میں وسعت، فراخی کرے، اللہ تعالیٰ سار اسال اس پر (رزق میں) وسعت فرمائے گا۔

محرم الحرام کے مہینے میں مختلف مضامین پر مشتمل روایات فضائل کہہ کر بیان کیے جاتے ہیں، جن کا ثبوت ذخیرہ احادیث میں ملتا ہے نہ ہی سلف صالحین سے اس کی کوئی مستند نقل ہوتی ہے، ایسی روایات کا بیان کرنا گناہ بکیرہ ہے، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سخت تاکید کر کے اس ”جرم“ کا ارتکاب کرنے سے باز رہنے کا حکم فرمایا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”من کذب علی متعبدًا فليتبوء مقعدة من النار“^[۳]
ترجمہ: جس نے مجھ پر جان یو جھ کر جھوٹ بولا، تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔

محرم الحرام میں تعزیہ بنانا، جلوس نکالنا، شربت پلانا درست نہیں ہے، ان چیزوں کا وجود خیر القرون میں نہیں تھا، منافقوں اور روافض نے اسلام کی صحیح شکل کو بگارنے کے لیے یہ خود ساختہ چیزیں رواج دی ہیں، اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دلوں میں صحیح عقیدہ، اتباع سنت اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے عشق و محبت کی جڑیں کمزور کرنے کی کوشش کی گئی ہے، یاد رکھیں کہ ان رسومات میں شرکت کرنا عقیدہ اور اتباع سنت کے خلاف کھلمندی حمایت ہے، اہل باطل کی افرادی قوت میں اضافہ کرنے کی جسارت ہے۔



بیس ملکوں کا سفر نامہ

مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ

قط نمبر 12

سفر نامہ وہ بیانیہ ہے جسے مسافر سفر کے دوران یا منزل پر پہنچ کر اپنے تجربات اور مشاہدات کی مدد سے تحریر کا جامہ پہناتا ہے اور اپنی گزرنی ہوئی کیفیات سے دوسروں کو واقعہ کرتا ہے۔ راہ میں پیش آنے والے اپنے تجھیر، استجواب اور اضطراب کو اس طرح سے قلم بند کرتا ہے کہ پڑھنے والے کے سامنے نہ صرف پوری تصویر آجائی ہے بلکہ اس مقام سے متعلق تمام معلومات مع تفصیل اس کے علم اور آگئی میں اضافہ کر دیتی ہیں۔ ”جہان دیدہ“ بھی ایسا ہی ایک سفر نامہ ہے جو شیخ الاسلام حضرت مفتی تقی عثمانی مدظلہ کے سفر ناموں کا پہلا مجموعہ ہے جو بیس ملکوں کے سفر کی تفصیل اور روایداد پر مشتمل ہے۔ قبل ازیں آپ ان صفات پر حضرت مفتی صاحب کا سفر نامہ ”سفر در سفر“ پڑھ پکھے ہیں جسے قارئین نے بہت پسند کیا۔ اب قط وار ”جہان دیدہ“ شائع کیا جا رہا ہے جو نہایت دلچسپ اور اپنے اندر بیش بہا معلومات کا خزینہ لئے ہوئے ہے، امید ہے قارئین پسند کریں گے اور یہ سلسلہ ان کے علم و عمل میں اضافے کا باعث بنے گا۔ انشاء اللہ

دارالاٰمارۃ

دونوں حضرات مزارات کی حاضری کے بعد ہم جامع کوفہ سے باہر لٹکے، مسجد کی مغربی دیوار کے ساتھ ساتھ ایک گلی قبلے (جنوب) کی طرف گئی ہے۔ یہاں سے گذر کر جب مسجد کے جنوبی سرے پر پہنچ تو دیوار قبلہ کے ساتھ ساتھ ایک قلعہ نما عمارت کے گھنڈرات نظر آئے۔ یہ کوفہ کا دارالاٰمارۃ تھا، پہلی صدی ہجری میں سیاسی اکھاڑا، پچھاڑا کا اکھاڑا، مختصر سے عرصے میں نہ جانے یہاں کتنے گورنر آئے اور گئے اور اہل کوفہ نے

کسی کو تکنے نہ دیا۔

کوفہ چونکہ متنوع قبائل کا شہر تھا اور یہاں ہر طرح کے لوگ آ کر بس گئے تھے خاص طور پر سیاسی خلفشار کے بہت سے سرگرد و یہاں آباد تھے اس لئے انہوں نے کسی گورنر کو یادہ عرصہ چلنے ہی نہ دیا، حد تو یہ ہے کہ حضرت عمر کے زمانے میں حضرت سعد بن ابی و قاص جیسے جلیل القدر صحابی پر جو عشرہ مبشرہ میں سے ہونے کے علاوہ عراق کے فاتح اور کوفہ کے بانی بھی تھے، یہ الزام لگا دیا کہ وہ نماز اچھی طرح نہیں پڑھاتے۔

ناوک نے تیرے صیدنہ چھوڑا زمانے میں

حضرت عثمان کی شہادت میں بھی کوفہ کے انتشار پسندوں کا بڑا ہاتھ تھا حضرت علی سے اگرچہ یہ لوگ اظہار عقیدت و محبت کرتے تھے لیکن ان کو بھی سارے زمانہ خلافت میں عملًا پر بیشان ہی رکھا حضرت حسین کو بلا نے والے بھی یہی لوگ تھے اور پھر انہیں بے یار و مددگار چھوڑ کر سانحہ کر بلکہ اس سبب بھی بھی بنے۔ اسی دارالامارة میں کتنے گورنر آئے اور مارے گئے اس کا عبرت ناک واقعہ عبد الملک بن عمر لیشی نے بیان کی ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ عبد الملک بن مروان اس دارالامارة میں ایک چار پائی پر لیٹے ہوئے تھے میں نے ان سے کہا کہ میں نے اس امارت میں سب سے پہلے حضرت حسین کا سر عبد اللہ بن زیاد کے سامنے ڈھال پر رکھا ہوا دیکھا، پھر اسی قصر میں عبد اللہ بن زیاد کا کٹا ہوا سر مختار بن عبد ثقفی کے سامنے دیکھا، پھر اسی قصر میں مختار کا کٹا ہوا سر مصعب بن عمير کا کٹا ہوا سر آپ کے سامنے دیکھا عبد الملک پر یہ سن کر خوف ساطاری ہو گیا اور وہ یہاں سے منتقل ہو گئے۔ (تاریخ اخلفاء للسیوطی)

حضرت علی کا مکان

کوفہ کے دارالامارة کے دائیں جانب ایک قدیم طرز کا پختہ مکان ہے جس کے بارے میں مشہور ہے کہ یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مکان تھا یہ بات یہاں اتنی معروف ہے کہ یہ جگہ زیارت گاہ خاص و عام بنی ہوئی ہے لیکن اپنے محدود مطالعے میں احتقر کوئی تاریخی دلیل ایسی نہیں مل سکی جس کی بنا پر یقین سے کہا جا سکے کہ یہ مکان واقعہ حضرت علی ہی کا تھا کوفہ کے حالات میں احتقر کوئیں اس کا ذکر نہیں مل سکا لیکن اہل کوفہ میں یہ بات جس تدریمشہور ہے اس کے پیش نظر یہ بعید بھی نہیں ہے کہ یہ واقعہ درست ہو۔

یہ ایک چھوٹا سا مکان ہے جس کا دروازہ شمال کی طرف کھلتا ہے اور دروازے میں داخل ہوتے ہیں ایک مختصر ساحن ہے جس کے مشرقی دیوار کے دونوں کونوں میں دو چھوٹے چھوٹے کمرے بنے ہوئے ہیں جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ حضرت حسین کی اقامت گاہ تھی مکان کا اصل حصہ مغرب کی طرف ہے۔ یہاں ایک چھوٹی سی سرنگ نما راہداری ہے جو ایک چھوٹے دالان نما کمرے پر ختم ہوتی ہے جس میں ایک کنوں بھی ہے۔ دالان کی جنوبی دیوار میں ایک دروازہ ہے جو ایک بڑے کمرے میں کھلتا ہے مشہور یہ ہے کہ یہ کمرہ حضرت علی کی اقامت گاہ کے طور پر استعمال ہوتا تھا اس کے جنوب مغربی کونے میں ایک چھوٹا سے آتشدان بھی بنा ہوا ہے۔

مکان کی چھتیں خاصی بیچی ہیں اور انداز تعمیر قدیم ہے کہا جاتا ہے کہ یہ مکان شروع سے اپنے اصل نقشے پر چلا آتا ہے یعنی اس کو بار بار تعمیر کیا جاتا رہا ہے یہاں تک کہ اس کی دیواریں اب سینٹ کی بنی ہوئی ہیں لیکن نقشہ وہی رکھا گیا ہے جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے عہد مبارک میں تھا۔

نجف میں

کوفہ کے بعد نجف کے لئے روانگی ہوئی اب تو کوفہ اور نجف کے درمیان کئی کیلومیٹر کا فاصلہ ہے اور درمیان میں خاصاً طویل جنگل پڑتا ہے جس میں کوئی آبادی نہیں ہے لیکن کوفہ کے عہد عروج میں کوفے کی آبادی نجف تک تقریباً مسلسل تھی اور جس جگہ کواب نجف کہا جاتا ہے اسے قدیم دور میں ”ظہر الکوفہ یا ظاہر الکوفہ“ کہا جاتا تھا۔ یہاں ربع اور نجف کے نام سے دو چشمے تھے جن سے آس پاس کے نخلستان سیراب ہوتے تھے اور چونکہ خطرہ یہ تھا کہ ان چشموں کا پانی قربستان اور آبادی کو نقصان پہنچائے گا اس لئے اس علاقے کی زمین کو اس طرح ڈھلوان بنایا گیا تھا کہ اس کی اونچائی کوفی کی سمیت رہے تاکہ پانی کا بہاؤ ادھر کا رخ نہ کرے۔ (مراصد الاطلائ للبغدادی، ص 1360، ج 3)

رفتہ رفتہ یہاں آبادی بڑھتی رہی اور کوفے کی آبادی سمیت سمیت جامع کوفہ کے آس پاس رہ گئی اور اس طرح یہ پورا علاقہ اس چشمے کے نام پر نجف کہلانے لگا جو ایک مستقل شہربن گیا۔

آج کل نجف میں شیعہ صاحبان کی ایک بڑی درسگاہ ہے اور ان کے مراجع میں سے ایک اہم

مرجح آقائے خوی کا قیام بھی یہیں ہے بلکہ نجف شہر میں داخل ہونے کے بعد ہمارے رہنماؤں نے ہمیں وہ مکان بھی دکھایا جس میں ایرانی انقلاب کے رہنماء خمینی سالہا سال عراقی حکومت کے سرکاری مہمان کی حیثیت سے مقیم رہے۔

نجف کی مختلف سڑکوں سے گذر کر ہم اس شاندار سنہری عمارت کے پاس پہنچے جس کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مزار ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ اس مقام پر حضرت علی کا مدفن ہونا تاریخی اعتبار سے خاصا مشکوک ہے اگرچہ اب یہ بات تو اتر کے ساتھ مشہور ہو چکی ہے کہ حضرت علی کا مزار یہیں ہے لیکن حضرت کے مقام تدفین کے بارے میں تاریخی روایات اس قدر مختلف اور متضاد ہیں کی کوئی بات یقین کے ساتھ کہنا مشکل ہے۔

خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں اس سلسلے میں بہت سی روایتیں نقل کی ہیں

احمد بن عبد اللہ الجلی کہتے ہیں کہ "حضرت علی کو عبد الرحمن ابن ملجم نے کوفہ میں شہید کیا اور حضرت حسن نے عبد الرحمن بن ملجم کو قتل کیا حضرت علی کو کوفہ میں دفن کیا گیا لیکن ان کی قبر کی جگہ معلوم نہیں"۔

ابن سعد کا کہنا ہے کہ "حضرت علی کو کوفہ میں جامع مسجد کے قریب قصر الامارة میں دفن کیا گیا"۔

ابوزید بن ظریف کہتے ہیں کہ "جامع مسجد کی دیوار قبلہ کے ساتھ باب الوراقین کے سامنے ایک گھر ہے حضرت علی اس میں مدفن ہیں۔ یہ گھر یزید بن خالدنامی ایک صاحب کا تھا اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ کسی موقع پر اس گھر کو کھودنا پڑتا تو اس میں سے حضرت علی کی نعش تروتازہ برآمد ہوئی۔"

بعض روایات میں یہ کہا گیا ہے کہ حضرت علی دفن تو کوفہ میں ہی کئے گئے تھے لیکن حضرت حسن حضرت معاویہ کے عہد خلافت میں آپ کی نعش مبارک کو مدینہ طیبہ لے گئے تھے اور وہاں حضرت فاطمہ کے مزار کے قریب جنت البقیع میں آپ کو مدفن کیا گیا ہے۔

ایک روایت یہ ہے کہ حضرت علی کی شہادت کے فوراً بعد ہی ایک تابوت رکھ کر ایک اونٹ پر سوار کر دیا گیا تاکہ انہیں مدینہ طیبہ لے جائیں راستے میں قبیلہ طیبی کے علاقے میں پہنچ کر وہ اونٹ گم ہو گیا قبیلہ طیبی کے لوگوں نے اس صندوق کو خزانہ سمجھ کر اٹھایا لیکن جب نعش دیکھی تو اسے وہیں اپنے علاقے میں دفن کر دیا۔

ابو جعفر حضری جومطین کے لقب سے مشہور ہیں فرماتے ہیں کہ آج (نجف میں) جس قبر کو لوگ حضرت علی کی قبر سمجھ کر اس کی زیارت کرتے ہیں اگر وہ واقعًا حضرت علی کا مزار ہوتا تو میں دن رات وہیں رہا کرتا لیکن درحقیقت وہ حضرت علی کا مزار نہیں ہے اور جن صاحب کا مزار ہے اگر ان کا نام روافض کو معلوم ہو جائے تو وہ اس قبر کی زیارت کرنے کی بجائے اسے سنگسار کرنے کی کوشش کریں یہ مزار دراصل حضرت مغیرہ بن شعبہ کا ہے۔

ان تمام روایات کیلئے ملاحظہ ہوتا رہنے بخارا للخطیب (ص 136 تا 138، ج 1) ظاہر ہے کہ ان متفاہد روایات کے پیش نظر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مزار کے بارے میں کوئی بھی بات یقین کے ساتھ نہیں کہی جاسکتی۔

کربلا کا سفر

نجف سے ہم کربلا کی طرف روانہ ہوئے یہاں ایک خاصی کشادہ اور صاف ستھری سڑک کربلا جاتی ہے جس کے دونوں طرف حد نظر تک لق و دق صحراء اور یگستان نظر آتے ہیں پیچ میں میچ میں کہیں کہیں اونٹوں کے قافی محسوس رکھائی دیئے جنہوں نے صد یوں پرانے قافلوں کی یاد تازہ کر دی اب کربلا تو ایک بارونق شہر ہے اور وہاں پہنچ کر اس صحرائے کربلا کا تصور ناممکن ہے جس میں حضرت حسین کی شہادت کا المناک سانحہ پیش آیا لیکن نجف سے کربلا جاتے ہوئے راستے میں جور یگ زار رکھائی دیتے ہیں انہیں دیکھ کر اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ یہ سر زمین کیسی دشوار گزار اور مسافروں کیلئے لتنی صبر آزماری ہوگی۔

تقریباً ظہر کے وقت ہم کربلا شہر میں داخل ہوئے یہ شہر خاصاً بارونق اور شاید کوفہ اور نجف دونوں کے مقابلے میں زیادہ آباد ہے جس وقت حضرت حسین کا حادثہ شہادت پیش آیا اس وقت یہ ایک لق و دق صحراء تھا اس پورے علاقے کو زمانہ قدیم میں "طف" کہتے تھے اور یہ خاص صحراء جس میں حضرت حسین شہید ہوئے کربلا کے نام سے موسم تھا اس کی وجہ تسمیہ کے بارے میں مختلف اقوال مشہور ہیں بعض حضرات کا کہنا ہے کہ یہ لفظ "کربلة" سے مانعوذ ہے جس کے معنی پاؤں کے تلووں کی نزی کے ہیں یہ زمین چونکہ نرم تھی اس لئے اس کا نام کربلا رکھ دیا گیا۔ کربلا عربی زبان میں گندم صاف کرنے کو بھی کہتے ہیں اس لئے بعض حضرات کا

کہنا ہے کہ اس سر زمین میں چونکہ روڑے پتھر نہیں تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس زمین کو باقاعدہ صاف کیا گیا ہے اس لئے اسے کربلا کہتے ہیں۔

اس کے برعکس ۔۔۔ بعض حضرات کا خیال ہے کہ یہ لفظ "کربل" سے نکلا ہے یہ ایک قسم کی گھاس کا نام ہے جو اس صحرائیں بکثرت پائی جاتی ہے اس لئے اس کا نام کربلا مشہور ہو گیا۔ (مجموع البدائع للجموں ص 445، ج 4) واللہ اعلم۔

کربلا پہنچ کر ہم سب سے پہلے اس عمارت پر حاضر ہوئے جس کے بارے میں مشہور یہ ہے کہ یہ حضرت حسین کا مزار ہے حضرت حسین کے مزار کے بارے میں بھی روایتیں بہت مختلف ہیں عام طور سے یہ مشہور ہے کہ آپ کا جسم مبارک تو کربلا ہی میں مدفون ہے لیکن سرمبارک چونکہ یزید کے پاس دمشق لے جایا گیا تھا اس لئے وہ یہاں مدفون نہیں۔ پھر سرمبارک کے مزار کے نام سے مختلف شہروں میں بڑی بڑی عمارتیں بنی ہوئی ہیں اگر یہ روایت درست ہو کہ سرمبارک یزید کے پاس شام لے جایا گیا تھا تو اس کا دمشق میں مدفون ہونا کچھ سمجھ میں آتا ہے لیکن ایک عظیم الشان مزار قاہرہ میں جامع ازہر کے سامنے بھی بنا ہوا ہے اور یہ پورا محلہ "سیدنا حسین" کے نام سے مشہور ہے۔

بہر صورت! سرمبارک کے بارے میں تو روایات بہت مختلف ہیں لیکن جسم مبارک کے بارے میں قرین قیاس یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ کربلا میں مدفون ہو گا اگرچہ اس کی خاص جگہ کا تعین تاریخی اعتبار سے خاصا مشکوک ہے۔ امام ابو نعیم مشہور محدث اور مورخ ہیں ان سے کسی نے حضرت حسین کے مزار کی جگہ دریافت کی تو انہوں نے علمی کاظہ فرمایا۔ (تاریخ بغداد للخطیب ص 144، ج 1)

کربلا میں دوسرے مزارات حضرت حسین کے بھائی حضرت عباس اور صاحبزادے علی اکبر وغیرہ کے ہیں۔ یہاں حاضری کی سعادت حاصل ہوئی اور سانحہ کربلا کے دلگداز واقعات ایک ایک کر کے نگاہوں کے سامنے آتے رہے۔ اس وقت دریائے فرات یہیں بہتا ہو گا، اب یہاں سے کچھ دور چلا گیا ہے خانوادہ رسول کے ان عالی مقام افراد نے مدینہ طیبہ چھوڑ کر اس دشت کربلا میں جان دینے کو یقیناً کسی دنیا طلبی کی خاطر گوارہ نہیں کیا تھا ان کا مقصد رضاۓ الہی کے حصول کے سوا کچھ اور نہ تھا:

خدارحمت کندایں عاشقان پاک طینت را

بغداد میں آخری رات

کربلا سے واپس بغداد پہنچ تو مغرب کا وقت قریب تھا یہ بغداد میں ہمارے قیام کی آخری رات تھی کچھ دیر ہوٹل میں آرام کے بعد رات کو ہم دجلہ کے کنارے جائیں، موسم میں بڑی خوش گوارختنی تھی اور دجلہ پوری آب و تاب کے ساتھ بہہ رہا تھا اس تاریخی دریا میں ایک محلی مقامی زبان میں "بنی" کہلاتی ہے جو بڑی لذیز اور بو سے یکسر خالی ہوتی ہے بغداد میں اسے پکانے کا بھی ایک منفرد طریقہ رانج ہے اسے بیچ سے چیز کرتے تو پر تقریباً میں منٹ سیکا جاتا ہے اور وہ ایک مختصر وقت میں تیار ہو جاتی ہے اسے "سمک مزکوف" کہتے ہیں دجلہ کے کنارے سمک مزکوف تیار کرنے والے ریسٹورینٹ دوڑتک پھیلے ہوئے ہیں اس روز بغداد کے اس مخصوص کھانے کا لطف اٹھایا اس کے بعد میں اور قاری بشیر احمد صاحب مدظلہ دیرتک دجلہ کنارے ٹھہلتے رہے دریا کے دونوں کناروں پر بنی ہوئی شاندار عمارتوں کی روشنیاں پانی میں منعکس ہو کر عجیب و غریب رنگ پیدا کر رہی تھی یہ ہی دجلہ تھا جس کے کنارے کبھی عباسی خلفاء کے شاندار محلات ہوا کرتے تھے یہی وہ دجلہ تھا جو تاری حملے کے دوران کبھی خون مسلم سے سرخ ہوا اور کبھی کتابوں کی روشنائی سے سیاہ۔ اس نے مسلمانوں کے عروج وزوال کی کتنی داستانیں دیکھی ہیں تاریخ کے نہ جانے کتنے راز اپنی لہروں میں چھپائے یہ آج بھی اسی آب و تاب سے بہہ رہا ہے لیکن اس دریا کے کنارے مسلمانوں نے جوتا بنا ک تہذیب دنیا کو عطا کی تھی اس کا تصور کرنے کیلئے آنکھیں بند کرنی پڑتی ہیں اور دماغ پر زور ڈال کر یہ کہنا پڑتا ہے کہ:

ہاں دکھادے اے تصور پھروہ صبح و شام تو
دوڑ پیچپے کی طرف اے گردش ایام تو



از حاجی صاحب نمبر

سوانح حضرت حاجی عبدالوہاب صاحبؒ

مرتب: مولانا محمد ذو الکفل

استاد جامعہ دارالعلوم لاہور

(قطع نمبر 8)

مجد تبلیغ حضرت حاجی عبدالوہاب صاحبؒ کی ساری زندگی چہد مسلسل سے عبارت ہے آپ نے اپنی حیات مستعاری کی سات دہائیاں دین کی اشاعت اور تبلیغ کی منت میں وقف کر دیں۔ حاجی صاحبؒ کی جدائی یقیناً ایک عظیم قومی و ملی سانحہ ہے اور یہ ایسا خلا ہے جو شاید کبھی پر نہ ہو سکے لیکن قدرت کے فیضوں کے آگے کون ٹھہر سکتا ہے، آخر سب کو جانا ہے اور جانے والے کبھی واپس نہیں آتے، ہاں ان کی حسین یادیں ہمیشہ ہماری زندگی کا حصہ بن جاتی ہیں۔

ان کے انتقال کے بعد یہ بات شدت سے محبوس ہوئی کہ ان کی حقیقی احوال و واقعات مجتنب ہو جائیں تاکہ ان کی سیرت و کردار کے درختاں پہلوامت کے سامنے آسکیں اور ان کی زندگی کا مطالعہ کر کے لوگوں کو کبھی اپنی زندگی کا رخ نہیں کرنے میں مدد نہ سکے۔ اسی مقصد کے پیش نظر جامعہ کے شعبہ تشریف اشاعت نے حضرت حاجی صاحبؒ کے سوانح حیات دینی و تبلیغی خدمات، تقدیم ہند سے قبل اور بعد کے تبلیغی حالات و واقعات کو خوبصورت انداز میں یکجا کرنے کا بیڑہ اٹھایا اور مختصر عرصے میں تقریباً سات سو صفحات کی ضخیم کتاب تیار ہو گئی جو محمد اللہ چھپ کر منظراً عام پر آچکی ہے جس کی طباعت اول ہاتھوں ہاتھ بک گئی ہے اب اس کی طباعت ثانی پر کام جاری ہے قارئین کے فائدے اور دلچسپی کے لئے اسے ماہنامے میں قطعاً و ارشائی کیا جائے۔ امید ہے قارئین اسے پسند فرمائیں گے۔

پیدائش، ایام طفولیت، ابتدائی حالات، خاندانی پس منظر

حضرت حاجی عبدالوہاب صاحب سن 1922ء میں پنجاب کی تحصیل تھائیسر کے ضلع کرناں کے گاؤں راؤ گمٹھلہ میں پیدا ہوئے، یہ علاقہ دریائے جمنا کے ایک کنارے واقع ہے۔^۱

تاریخ پیدائش میں ایک مغالطہ

مختلف رسائل و اخبارات میں حاجی صاحب کا سن پیدائش 1923ء یا 1926ء ذکر ہے، اسی طرح

حاجی صاحب کے شناختی کارڈ، پاسپورٹ اور دیگر کاغذات میں سن پیدائش 6 جنوری 1926ء درج ہے جو کہ صحیح نہیں ہے۔ حاجی صاحب اپنا سن پیدائش 1922ء بتاتے تھے اور مینے کے بارے میں حاجی صاحب کو خود بھی ختمعلوم نہیں تھا۔ جنوری، مارچ یا جون میں سے کوئی ایک بتایا کرتے تھے۔ پیدائش کے بعد آپ کا نام کنور محمد عبدالوہاب رکھا گیا، راجپوت خاندان کی وجہ سے پورا نام راؤ محمد عبدالوہاب پکارا جاتا تھا، آپ کے والد محترم کا نام محمد عاشق اور دادا کا نام اللہ دیا تھا۔

وجہ تسمیہ

حاجی صاحب بتاتے تھے کہ میرے والد جناب محمد عاشق صاحب نے میرا نام ہندوستان کے ایک عظیم لیڈر کنور عبدالوہاب کے نام پر رکھا تھا۔ یہ ہندوستان میں راجپوت خاندان کے ایک نامی گرامی رہنمای تھے جن کا تحریک آزادی میں اہم کردار تھا۔ یہ وہی عبدالوہاب تھے جنہوں نے راجپوتوں کے سماجی حقوق کی فراہمی کے لیے انہیں ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کرنے کی کوشش کی اور اس سلسلے میں راجپوتوں کو منظم کر کے ایک اسکول بھی قائم کیا۔ والد صاحب کو ان سے بہت عقیدت تھی چنانچہ انہی کے نام پر میرا نام بھی عبدالوہاب رکھا گیا۔

اس زمانے میں راجپوتوں کے ہاں ایک دستور چلا آ رہا تھا کہ ان کے ہاں شادی کے بعد جو پہلا بچہ ہوتا تو اس کے نام کے ساتھ ”کنور“ اس کا لفظ لگادیا جاتا تھا چنانچہ حاجی عبدالوہاب صاحب کو بھی بچپن میں ایک عرصے تک ”کنور محمد عبدالوہاب“ کے نام سے پکارا جاتا تھا۔

خاندانی پس منظر

حضرت حاجی صاحب کا خاندان موجودہ ہریانہ کے گاؤں راؤ گمکھلہ تحصیل تھانیہ پنجاب کے ضلع کرناں میں آباد تھا۔ آپ کے دادا مرحوم اپنے علاقے میں نیک سیرت بزرگ جانے جاتے تھے اور ان کا حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی سے گہر اتعلق تھا، اسی تعلق کا اثر تھا کہ آپ اکثر جمع کے دن اپنی بستی سے چل کر گنگوہ حضرت کے پیچھے جمع پڑھنے تشریف لے جاتے تھے۔

آپ کے والد بزرگوار جناب محمد عاشق صاحب کی پہلی اہلیہ کا جوانی میں انتقال ہو گیا تھا جن سے دو لڑکے راؤ محمد عباس اور بڑے بھائی راؤ محمد الیاس تھے، آپ کے ایک بچوں میں قیام پذیر تھے جب کہ

ایک چچا اسی بستی میں رہتے تھے۔ جن کا شادی کے کچھ ہی عرصہ بعد انتقال ہو گیا تھا۔ ان کے انتقال کا واقعہ بھی بہت عجیب ہے: حاجی صاحب بتاتے تھے کہ ایک دفعہ چچا مرحوم کو بیت الخلاء کی حاجت تھی چنانچہ دروازے پر پہنچ تو دروازہ بند تھا۔ چچا نے کچھ انتظار کے بعد دروازہ کھلکھلایا پھر دروازہ اور سہ بارہ بھی دروازے پر دستک دی۔ کچھ دیر کے بعد ایک بزرگ باہر نکلے اور غصے و جلال کی ملی جلی کیفیات سے ان کے چچا پر ایک ہیئت ناک نگاہ ڈالی..... وہ صاحب نسبت اور صاحب تصرف آدمی تھے لگاہ کا ایسا اثر ہوا کہ چچا کی قوت احساس اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیت جاتی رہی اور دماغی توازن بگڑ گیا اور چند روز بعد اسی میں ان کا انتقال ہو گیا۔

پہلی الہیہ کے انتقال کے بعد جناب محمد عاشق صاحب نے دوسرا نکاح کیا جس سے اللہ تعالیٰ نے ایک بیٹا سرچشمہ ہدایت حاجی عبدالوہاب صاحب کی صورت میں عطا فرمایا انہی الہیہ سے ایک اور بیٹا محمد یسین اور دو بیٹیاں پیدا ہوئیں۔

ان دو بیٹیوں میں سے ایک کا جوانی میں انتقال ہو گیا تھا، حاجی صاحب کہتے تھے کہ مجھے اپنی اس بہن سے بہت تعلق تھا، اس کے انتقال پر مجھے شدید دُکھ ہوا اور جب اسے دفا کرو اپسی ہو رہی تھی تو میں بلا اختیار بہت رونے لگا اور آنسو تھے کہ تمدنے کا نام نہ لیتے تھے سواری میں سارا راستہ میں روتا ہی رہا۔

حاجی صاحب کی دوسری بہن مرحومہ کی نوبیٹیاں ہوئیں جن میں سے ایک کراچی، دولا ہو، ایک سیالکوٹ بیاہی گئیں، حاجی صاحب کو اپنی سیالکوٹ والی بھائی سے بہت پیار تھا، اکثر اس کا تذکرہ کرتے اور ملنے کے لیے تشریف بھی لے جاتے اور فون پر بات فرماتے۔

حاجی صاحب کی پیدائش میں ایک عجیب واقعہ

حاجی صاحب[ؒ] کے والد محمد عاشق صاحب کی الہیہ کے انتقال کے کچھ ہی عرصے بعد چچا کا انتقال ہو گیا تھا (جس کا قصہ اوپر ذکر ہوا) چچا کی چونکہ نئی شادی ہوئی تھی تو خاندان والوں نے اصرار کیا کہ اپنی بھائی سے نکاح کر لو یکن یہ تھے کہ کسی بھی طرح مانے میں نہ آتے تھے۔ بلکہ غصے ہوتے تھے۔ بہت زور لگا یا یہ راضی نہ ہوئے، نکاح کرنے میں شرعی لحاظ سے تو کچھ عذر نہ تھا مگر عام روان اور دستور کے اعتبار سے انہیں جھاب محسوس ہوتا اور خود بھی کہا کرتے تھے کہ لوگ کیا کہیں گے کہ اپنی بھائی سے ہی نکاح کر لیا (بھائی کو بہن کی طرح سمجھا جاتا تھا۔ اس لیے کہتے تھے کہ اپنی بہن سے نکاح کروں) اسی میں کچھ عرصہ یوں ہی گزر گیا۔

اس پورے خاندان کا حضرت رائے پوری سے اصلاحی تعلق تھا اور خاندان کے اکثر لوگ حضرت

رائے پوری کی خدمت میں حاضری دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ مجلس جاری تھی جس میں خود حاجی صاحبؒ کے والد محمد عاشق اور دیگر رشتہ دار موجود تھے..... باتوں کے دوران کسی رشتہ دار نے حضرت رائے پوری سے کہہ دیا کہ حضرت ہم اسے (محمد عاشقؒ کو) اپنی بھاٹھی سے نکاح کا کہتے ہیں، لیکن یہ مانتا نہیں، آگے سے غصہ ہوتا ہے تو اس پر حضرت رائے پوری نے محمد عاشق صاحبؒ کو مخاطب کر کے صرف ایک جملہ ارشاد فرمایا کہ بھائی.....! ”جبات بڑے سوچ لیتے ہیں اللہ تعالیٰ اس میں خیر ڈال دیتے ہیں۔“

بس اس بات کا سنا تھا کہ ع

سر تسلیمِ خم ہے جو مزاج یار میں آئے
فوراً نکاح پر راضی ہو گئے حضرت نے ہی نکاح پڑھا دیا اور پھر اس الہمیہ سے اللہ تعالیٰ نے حقیقتاً خیر
کیثر حاجی صاحب کی صورت میں جاری فرمائی۔

آغازِ تعلیم

حاجی صاحب نے ابتدائی تعلیم اپنے علاقے ہی میں حاصل کی۔ محلہ کی مسجد میں قاعدہ اور ناظرہ پڑھا اور قریبی اسکول سے پامنیری اور میٹرک تک تعلیم حاصل کی۔
انبالہ شہر میں مسلم ہائی سکول سے میٹرک کیا۔ اسی اسکول کے مسلم لا روڈ نگ ہائل میں رہتے تھے۔ جس کو ان کے والد صاحب نے ہی قائم کیا تھا۔ اس کے کلیم میں خانیوال میں جگہ ملی تھی۔ جس پر آج کل کسی نے
قبضہ کر رکھا ہے۔

میٹرک سے فارغ ہونے کے بعد 1939ء میں تعلیم کی غرض سے لاہور تشریف لے آئے اور یہاں اسلامیہ کالج ریلوے روڈ میں داخلہ لے لیا، اسلامیہ کالج انجمن حمایت اسلام کے ماتحت تھا اور ایک عرصے تک علامہ اقبال بھی اس کے صدر رہے۔ ان دنوں اسلامیہ کالج ریلوے روڈ اور گورنمنٹ کالج لاہور کا غیر نصابی سرگرمیوں میں خوب مقابلہ رہتا تھا اور حاجی صاحبؒ اپنے کالج کی طرف سے مختلف سرگرمیوں خصوصاً دوڑ میں حصہ لیتے رہتے تھے۔

حاجی عبدالوہاب صاحبؒ نے FSC میڈیکل میں کی، پھر بی اے آرٹس کیا۔ آپ کے کالج کے رفقاء میں چودھری مسعود الرحمن مرحوم جی ایم واپڈا۔ جورائے ونڈ مرکز کے شعبہ بیرون میں مقیم رہے۔ اور محمد خلیل مرحوم ایئر فورس کے افسر تھے اور ہومیو پیچک ڈاکٹر الیاس مسعود قریشی مرحوم لاہور کے مشہور ڈاکٹر

مسعود قریشی کے فرزند۔

ڈاکٹر سیف الدین سیف المرحوم گورنمنٹ کالج میں تھے۔ لیکن ان سے بھی بہت تعلق ہو گیا تھا۔ وہ Fsc کے بعد E.K. میں داخل ہو گئے پھر آخر عمر میں امریکہ میں رہے یہ سب ہی احباب حاجی صاحب سے آخر عمر تک رابطے میں رہے۔

حضرت حاجی عبدالوهاب صاحب بچپن ہی سے نیک صفات کے مالک تھے، قدرت نے اس پر مزید عنایت یہ کی کہ گھر میں دینی ماحول میسر فرمادیا، گھر کی دینی تربیت، نیک ماحول اور باکمال صفات نے حاجی صاحب کو شروع ہی سے ایک ممتاز شخصیت بنادیا تھا۔ اسی تربیت کا اثر تھا کہ کالج کے زمانے میں بھی حاجی صاحب دینی اعتبار سے ایک نمایاں فرد شمار ہوتے تھے۔

لاہور میں قیام

لاہور تشریف لانے کے بعد ابتدائی دنوں میں حاجی صاحب نے یہاں اپنے ایک عزیز جناب عبدالرشید صاحب کے یہاں قیام کیا۔ عبدالرشید صاحب اسلامیہ اسکول بھائی گیٹ میں ہیڈ ماسٹر تھے۔ پھر کالج کے ہائل میں منتقل ہو گئے۔ ایک دفعہ ماسٹر عبدالرشید صاحب سے کہنے لگے کہ یہ بہت بے حیا شہر ہے۔ ماسٹر صاحب نے فرمایا کیا ہوا۔ تو حاجی صاحب نے کہا کہ میں شام کو مال روڈ پر گزر رہا تھا میں نے دیکھا ایک لڑکا، ایک لڑکی کا ہاتھ کپڑ کر جا رہے تھے۔ ماسٹر صاحب نے فرمایا شام کے وقت تین جگہوں پر نہیں جاتے۔ انارکلی، مال روڈ، اور لارنس گارڈن۔



حالات حاضرہ

اسرائیل، متحده عرب امارات کا اتحاد

اور یا مقبول جان

یہ دن تو آنا ہی تھا۔ وہ لوگ جو اپنے حالاتِ حاضرہ کو مخبر صادق، رسول رحمت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی گئی آخر الزمان اور دو رفتہ کی پیش گوئیوں کی روشنیوں میں دیکھتے ہیں اور یہود نصاریٰ اور کفار کے عادات و نصائل کے بارے میں قرآن پاک سے رہنمائی لیتے ہیں، ان کے لئے آج کی یہ خبر کسی حیرت کا باعث نہیں ہے کہ ”متحده عرب امارات“ اور ”اسرائیل“ کے درمیان امن معاهدہ ہوا ہے۔ اس کی علامات تو اس دن سے واضح ہونا شروع ہو گئیں تھیں، جب اپریل 2019ء میں ہندو مندر کی تعمیر کی بنیاد رکھی گئی تھی۔ پورے جزیرہ نماۓ عرب کو شرک سے پاک کرنے کے بعد سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کی نشانیوں میں جزیرہ عرب میں صرف ایک بہت خانے اور بتوں کی پرستش کی خبر دی تھی جو اس علاقے اور اس کے قرب و جوار میں ہو گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”قیامت قائم نہیں ہو گی، بیہاں تک کہ قبیلہ دوس کی عورتوں کا ذوالخلصہ کا (طواف کرتے ہوئے)۔ ذوالخلصہ قبیلہ دوس کا بہت تھا جسے وہ زمانہ جالمیت میں پوجا کرتے تھے“
(صحیح بخاری: 7116)

یہ ذوالخلصہ کا بہت کہاں تھا اور اس کا علاقہ کونسا تھا۔ اس علاقے کی تاریخ کیا ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس کو بیچھ کر اس علاقے سے بت پرستی کے مرکز کو تباہ و بر باد کروایا تھا۔ یہ سب احادیث و تاریخ

کی کتب میں مذکور ہے۔ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت جزیرہ نماۓ عرب کی وہ ساحلی پٹی، جس پر آج کویت، بحرین، قطر، متحدہ عرب امارات، مسقط، عمان کے ممالک اور یمن کے وہ مغربی علاقے جو عدن کی بندگاہ کے ساتھ منسلک ہیں، یہ سب کے سب ایران کی زرتشت ساسانی سلطنت کا حصہ تھے۔ اس ایرانی خطے کو ”ماذون“ کہا جاتا تھا۔ ساسانی سلطنت کے بانی ”اردشیر“ نے 240 قبل مسیح میں یہ علاقے فتح کیا تھا اور یہاں اپنا ایک گورنر یعنی مرزاں مقرر کر رکھا تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے پہلے مشہور ایرانی بادشاہ ”خرسہ“ نے 531 میں المندر بن النعمان کو یہاں کا گورنر مقرر کیا اور اسے ”المخیون“ کے بادشاہ کا لقب دیا تھا۔ ایرانیوں نے اس پورے ساحلی علاقے کو اپنا باغدار اس لئے بنایا ہوا تھا تاکہ جزیرہ نماۓ عرب کے اکھڑ قابل کوقابوں میں رکھا جائے۔

یہی وجہ ہے کہ جب سیدنا عمرؓ کے دور میں صحابہ کرامؓ یزدگرد کے دربار میں پہنچے تو اس نے حیرت سے دیکھتے ہوئے کہا، ”تمہاری یہ جبال کہ تم یہاں تک آپنچھ ہو، ہم تو تمہارا دماغ اپنے گورزوں کے ذریعے سیدھا کیا کرتے تھے“۔ لیکن حضرت عمرؓ کی ایران پر اس عظیم الشان فتح سے بہت پہلے ہی رسول اکرم نے اس خطے کو بت پرستی اور ایرانی اثر و رسوخ سے پاک فرمایا دیا تھا۔ اس پورے خطے میں بت پرستی کا ایک مرکز تھا جسے ”کعبۃ الیمانیہ“ یعنی یمن کا کعبہ کہا جاتا تھا۔ یہ قبیلہ شعوم کا بست خانہ تھا جسے ذوالخالصہ کہتے تھے۔ یہی وہ خطہ تھا جہاں ابرہيم نے صنعا کے قریب بہت بڑی عبادت گاہ تعمیر کی تھی اور وہ چاہتا تھا کہ عرب اسے مرکز عبادت بنائیں مگر عربوں کے دل میں کعبہ بسا ہوا تھا، اسی پر غصے کے عالم میں وہ 570ء میں ہاتھیوں کی فوج کے ساتھ خانہ کعبہ پر حملہ کرنے کے لئے نکلا، مگر جب مکہ کے نزدیک پہنچا تو اللہ نے اس کی فوج پر ”ابابیلوں“ سے حملہ کرو کر انہیں کھائے ہوئے بھس کی مانند کر دیا تھا۔ یہ ساحلی پٹی بھی ایرانیوں کے زیر اثر رہتی اور کبھی رومن بادشاہوں کے زیر نگیں۔ یہی پٹی اور جا کر بیکرہ روم کے کنارے شام، لبنان اور فلسطین کے ساتھ ساتھ دریائے نیل تک جا لکتی تھی۔

ان سب کے پیچوں بیچ عرب کی وہ مقدس سرزمین ہے، جسے میرے اللہ نے ان عالمی حکومتوں کی دست برداہی نہیں بلکہ تہذیب سے بھی آزاد کھا۔ جب پورے جزیرہ نماۓ عرب میں اسلام کی دعوت پھیلی

تو یمن سے بھی لوگ جو ق در جو ق اسلام لانے لگے، مگر ذوالخلصہ کا ابھی تک بت خانہ قائم تھا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت جریر بن عبد اللہؓ سے فرمایا، ”ذوالخلصہ کو بر باد کر کے مجھے راحت کیوں نہیں دیتے؟“ (بخاری)۔ حضرت جریر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ پھر وہ قبیلہ حمس کے ایک سو چھاس سواروں کو لے کر چلے۔ یہ سب اچھے گھڑ سوار تھے مگر میں گھوڑے کی سواری اچھی نہیں کر پاتا تھا۔ آپؐ نے میرے سینے پر اپنا ہاتھ مارا میں نے انگشت ہائے مبارک کا نشان اپنے سینے پر دیکھا، فرمایا، ”اے اللہ! گھوڑے کی پشت پر اسے ثبات عطا فرماء، اور اسے دوسروں کو ہدایت کی راہ دکھانے والا اور خود ہدایت یافتہ بنا۔“

اس کے بعد حضرت جریرؓ روانہ ہوئے اور ذوالخلصہ کی عمارت گرا کر اس کو آگ لگادی (صحیح بخاری)۔ اسی قبیلہ خشم کے بارے میں ترمذی اور ابو داؤد کی وہ مشہور حدیث ہے جس میں ایسے مسلمانوں کا ذکر ہے جو وہاں کافروں کے درمیان رہائش پذیر تھے۔ آپ ﷺ نے ایک سری یہ اس جانب روانہ کیا اور وہاں پر رہائش پذیر مسلمان بھی مشرکوں کے ساتھ اسی جنگ میں قتل کر دیئے گئے۔ آپؐ گوخر ملی تو آپؐ نے ان کی آدھی دیت دینے کا حکم دیا اور پھر قیامت تک ایک اصول واضح کرتے ہوئے فرمایا، ”میں ہر اس مسلمان سے بڑی الذمہ ہوں جو مشرکوں کے درمیان رہتا ہے۔ لوگوں نے پوچھا: اللہ کے رسول ۱۰۰ آخر کیوں۔ آپؐ نے فرمایا، ”مسلمانوں کو کافروں سے اتنی دوری پر سکونت پذیر ہونا چاہیے کہ دونوں ایک دوسرے کی آگ نہ دیکھ سکیں (ترمذی: 1604)۔

اس علاقے کے گرد و نواح میں ہی قبیلہ دوں آباد تھا، جس کے سردار عرب کے قابل ذکر اشراف اور مددووے چند اصحاب مردت میں سے تھے۔ اسی قبیلے کا سردار طفیل بن عمرو، بہت مہماں نواز تھا، وہ رسولؐ اکرمؐ کا سن کر مکہ پہنچا تو سردار ان قریش نے اسے گمراہ کرتے ہوئے کہا کہ یہاں ایک نبی آیا ہے جو قبیلے سے لوگوں کو جدا کرتا ہے اور تمہاری سرداری کو بھی اس سے خطرہ ہے۔ اس لئے وہ جب حرم میں گیا تو اپنے کانوں میں روئی ٹھونس کر گیا کہ کہیں آپؐ کا کوئی کلام اس کے کانوں میں نہ آجائے۔ لیکن جیسے ہی اس نے رسولؐ اکرمؐ کو قرآن پڑھتے ہوئے سنا تو وہ قریب ہوتا گیا اور ایسا مسحور ہوا کہ ایمان لے آیا۔ بہت دن کعبہ میں ٹھہرا۔ جتنا ممکن ہوا قرآن یاد کیا اور پھر رسولؐ اکرمؐ سے کہا میں قبیلے میں واپس جا کر دعوت دینا چاہتا ہوں۔

آپ مجھے کوئی نشانی عطا کر دیں۔ آپ نے دعا کی ”اللہ طفیل کو کوئی نشانی عطا فرمائیں“، طفیل کہتے ہیں کہ میں جب اپنے قبیلے کے قریب پہنچا تو میری دونوں آنکھوں کے درمیان ایک روشنی پیدا ہو گئی۔ میں نے دعا کی کہ یہ روشنی میری لاٹھی میں منتقل ہو جائے تو وہ ایک قدیل بن کر میری لاٹھی کے سرے پر لٹکنے لگی۔ پورے دوس قبیلے میں سب سے پہلے حضرت ابو ہریرہ نے ایمان قبول کیا جبکہ باقی سب بہت لیت ولل کے بعد مسلمان ہوئے۔

اس سارے پس منظر کے بعد سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی روشنی میں متحده عرب امارات کے یہودیوں سے دوستی کے فیصلے کو سمجھنے میں مشکل نہیں ہوتی۔ جزیرہ عرب میں یہ پہلا خطہ ہے کہ جس نے سب سے پہلے رسول اکرم ﷺ کی اس بداشت کی خلاف ورزی کی جس میں آپ نے مشرکین اور مسلمانوں کو علیحدہ رہنے کا حکم دیا تھا۔ متحده عرب امارات نے ایک ایسی دنیا آباد کی جس میں تمام طرز زندگی تک یورپ سے ممانعت رکھتی تھی، یہاں تک کہ نائن لاکف تو مغرب سے بڑھ کر ہے، جس میں ہر علاقے کی خاتون میسر ہوتی ہے۔ آپ نے حکم دیا تھا کہ جزیرہ نما عرب میں دو دیان کو جمع مت ہونے دینا (مسلم: 1767)۔

بلکہ حضرت ابو عبیدہ الجراح روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم نے آخری کلام جو فرمایا وہ یہ تھا کہ ”یہود کو حجاز سے نکال دو“ (مسند احمد)۔ اسی خطے میں قیامت کی سب سے اہم نشانی پوری ہوئی کہ ”بنگے پاؤں چروا ہے بلند و بالا عمارات میں تعمیر کرنے میں ایک دوسرے سے مقابلہ کریں گے (بخاری، مسلم)۔ دئی شہر کی آسمان کو چھوٹی عمارت اس کی تصدیق کرتی ہیں۔ صدیوں ایرانی اور رومی مشرکین کے زیر اثر رہنے والا یہ خطے عربوں کی اس تباہی پر دستک کر رہا ہے، جس کی خبر میرے آقا نے دی تھی۔ آپ نے ایک ایسے فتنے کے بارے میں بتایا تھا، جس سے عرب کا کوئی ایک گھر بھی نہیں بچے گا (مشکوٰۃ)۔ متحده عرب امارات اور اسرائیل کا یہ معاهدہ اسی تباہی کی جانب اٹھنے والا پہلا قدم ہے۔



نئے تعلیمی سال کے موقع پر طلبہ سے کچھ باتیں

مولانا محمد راشد سکوی

شوال المکرم کے مبارک مہینے سے دینی مدارس کی دو ماہ سے جاری ویرانی اور بے آبادی دور ہو کر دوبارہ روشنی لوٹ آتی ہیں، علوم دینیہ کے حصول کے جذبات سے سرشار طلبہ گرام میل ہا میل کے سفر کی صعوبتوں کو طے کرتے ہوئے، مشق والدین اور اعزہ واقر باء کی جدائی کو برداشت کرتے ہوئے، اپنے وطن میں گزرنے والے شب و روز کی سہولتوں کو ترک کر کے پر دیس کی مشکلات تک کو برداشت کرنے کی نیت سے مدارس کو اپناوطن بناتے ہیں، اپنے اساتذہ کو اپنے والدین کا قائم مقام تصور کر کے، اپنے طلبہ ساتھیوں کو اپنے بھائیوں کا درجہ دیتے ہوئے سالہا سال کا سفر طے کرتے ہیں، قربانیوں کے اعتبار سے امت مسلمہ کے اس طبقے کو دیکھا جائے تو یقیناً ان کی قربانیاں بے مثال ہیں؛ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ان افراد کی قربانیوں کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا جن کو چھوڑ کر یہ طبقہ آیا ہوتا ہے۔

ان سب باتوں کے سامنے ہوتے ہوئے خیال ہوا کہ عزیز طلبہ کی دوران تعلیم میں کرنے والے چند اہم اور ضروری کاموں کی طرف راہنمائی کر دی جائے، شاید کہ کسی طالب علم کے دل میں کوئی بات اُتر جائے اور اُس کی قربانیاں ٹھکانے لگ جائیں اور اُس کی زندگی سنورنے کا ذریعہ بن جائے، **أَللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضَى.**

پہلا کام: تصحیح نیت

علم کی افادیت کا تعلق نیت کے صحیح ہونے یا صحیح نہ ہونے سے ہے، اگر حصولِ علم سے مقصود خداخواستِ دنیا، حبِ جاہ ہوئی تو یہ نیت اُس طالبِ علم کو اسی دنیا میں دنیا والوں کے سامنے ذلیل کروائے گی اور آخرت میں تو ایسے شخص کو سب سے پہلے جہنم میں اوندھے منہ بچینک دیا جائے گا، یہ اُس کے لیے وہاں جان بن جائے گا، اعاذ نا اللہ منہ۔ یہ بات حدیثِ پاک میں مذکور ہے:

”رَجُلٌ تَعْلَمَ الْعِلْمَ وَعَلِمَهُ وَقَرَا الْقُرْآنَ فَأُتْبِعِيهِ فَعَرَفَهُ بِعَيْمَهِ فَعَرَفَهَا قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا؟ قَالَ تَعَلَّمَتُ الْعِلْمَ وَعَلِمْتُهُ وَقَرَأْتُ فِينِكَ الْقُرْآنَ قَالَ كَذَبْتَ وَلِكِنَّكَ تَعَلَّمَتِ الْعِلْمَ لِيُقَالَ إِنِّي أَعْلَمُ فَقَدْ قِيلَ ثُمَّ أُمِرَ بِهِ فَسُحِبَ عَلَى وَجْهِهِ حَتَّى الْقِيَامَةِ فِي النَّارِ۔“ (صحیح مسلم)

ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا: علم کو علماء پر بڑائی جانا، ناسیحہ عوام سے الجھنے اور مجلسیں جانا کے لیے حاصل نہ کرو، جو شخص ایسا کرے گا، اس کے لیے آگ ہے آگ۔ قال (صلی اللہ علیہ وسلم): لا تعلموا العلم لتباهُوا به العلماء، ولا تُمأْرُوا به السُّفَهَاءِ، ولا تُخَيِّرُوا به المُجَالِسِ، فَمَنْ فَعَلَ ذَلِكَ، فالنَّارُ فِي النَّارِ۔ (سنن ابن ماجہ، باب الاتفاع بالعلم والعمل به، رقم الحدیث: ۲۵۳)

بلکہ نیت یہ ہونی چاہیے کہ اس علم کے ذریعے پوری دنیا میں دینِ اسلام کو زندہ کروں گا، اس نیت کے کرنے والے کو اسی حالت میں موت بھی آگئی تو اللہ تعالیٰ اس طالبِ علم کا حشر اس طرح فرمائیں گے کہ اُس کے اور ان بیانِ علومِ اصول و اتساعات کے درمیان صرف ایک درجہ کا فرق ہو گا، آپ کا ارشاد مبارک ہے:

”مَنْ جَاءَهُ الْمَوْتُ، وَهُوَ يَطْلُبُ الْعِلْمَ لِيُحْيِيَ بِهِ الْإِسْلَامَ، فَبَيْنَهُ وَبَيْنَ الْأَنْبِيَاِ فِي الْجَنَّةِ دَرَجَةٌ وَاحِدَةٌ۔“ (جامع بیان العلم وفضلہ، باب جامع فی فضلِ العلم، رقم الحدیث: ۲۱۹، دار ابن الجوزی)

چنان چہ سب سے پہلا کام اپنی نیت کو ٹھوٹونا اور اس کو صحیح کرنا ہے اور یہ کام بار بار کرنا ہو گا، جب بھی اپنی نیت کو بگڑا ہوا پائے اسی وقت اپنی نیت کی تصحیح کی جائے۔ ایک بات سامنے رہے، اس پہلی بات میں جو عرض کیا جا رہا ہے، وہ ہے تصحیح نیت، اس کا مقتضی یہ ہے کہ اگر حصولِ علم کے وقت نیت ٹھیک نہ ہو تو اس

حصول علم کو ترک نہیں کرنا چاہیے؛ بلکہ اپنی نیت کو درست کر لینا چاہیے، اور جب تک نیت درست نہ ہو، حضنیت درست نہ ہونے کی وجہ سے ترکِ علم صحیح نہیں؛ کیوں کہ بزرگوں کا مقولہ ہے: ”تَعَلَّمَنَا الْعِلْمُ لِغَيْرِ اللَّهِ، فَأَلَّيْهِ الْعِلْمُ إِلَّا أُنْ يَكُونَ لِلَّهِ“ (کہ ہم نے علمِ غیر اللہ کے لیے پڑھا تھا، انگر وہ مانا ہی نہیں، لہذا وہ اللہ کا ہو کرہی رہا) اس لیے علم کے حاصل کرنے کو ترک نہ کرے؛ بلکہ اپنی نیت درست کر لے۔

دوسرا کام: علمی استعداد مضمبوط کرنا

تحقیج نیت کے بعد جو ہم ترین کام ہے، وہ اپنی علمی استعداد کو مضمبوط سے مضمبوط کرنا ہے، اس کے لیے پہلے دن سے ہی اپنی کمر کرنا ہو گی، مدارسِ دینیہ میں جتنے بھی علوم پڑھائے جاتے ہیں، ان میں اپنے آپ کو اتنا مہر اور مضمبوط بنانا ضروری ہے کہ علوم کا کوئی بھی شعبہ ہو (صرف و نحو ہو یا منطق، علم الکلام ہو یا فلسفہ و بلاغت، اصول فقہ ہو یا فقہ، اصول حدیث ہو یا حدیث، اصول تفسیر ہو یا تفسیر) کسی شخص کے سامنے ان علوم میں آپ کی کمزوری نہ آ سکے، اور انھیں علوم میں لغزش کھانے والے کوئی بھی اہل علم آپ کی نظر سے پچ کے نہ گز ر سکے، اس استعداد کے حصول کے لیے اگر حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی صاحب رحمہ اللہ کا مفہوم سامنے رکھ لیا جائے تو انشاء اللہ وہ ہی کافی ہو جائے گا، حضرت فرمایا کرتے تھے، جو طالب علم تین کام کر لے، اللہ تعالیٰ اسے ضرور علم کی دولت سے نواز دیں گے۔

مطالعہ، سبق میں توجہ سے حاضری اور تکرار۔ ان تینوں کاموں کو ہر صورت انجام دینا حصول علم کی کامیابی کی کنجی ہے، ان تینوں کاموں کے بارے میں ابھالا یہ عرض کرنا ہے کہ ”مطالعہ“ نام ہے، معلومات کو مجبولات سے الگ کر دینے کا، یعنی: جب آپ سبق میں شریک ہونے سے پہلے کتاب کھول کر مطلوبہ سبق کا مطالعہ کریں، اُس سبق کو صرفی، نحوی اور لغوی اعتبار سے حل کریں، اُس کے ترجمے، ترکیب اور مفہوم کے سمجھنے کی کوشش کریں، اس کوشش میں جو جو کامیابی آپ کو حاصل ہو جائے، وہ ”معلومات“ کہلا سکیں گی، اور جو بات سمجھ میں نہ آ سکے، اسے ”مجبولات“ کا نام دیا جائے گا، ”مجبولات“ آپ کے ذہن میں مختصر ہوئی ضروری ہیں؛ تا کہ کسی دوسرے وقت، کسی دوسرے ساتھی یا استاذ سے یا سبق میں انھیں خاص طور پر حل کیا جاسکے، مطالعہ کی اتنی کوشش انشاء اللہ آپ کو آگے سے آگے لے جانے کا ذریعہ بنے گی۔

اس کے بعد ”سبق میں حاضری“ کا مرحلہ ہے، اس مرحلے میں بھر پور کوشش یہ ہونا ضروری ہے کہ آپ سے نہ تو کوئی سبق چھوٹنے پائے اور نہ ہی کسی سبق میں بے توجہی اور غفلت سے شریک ہوں؛ بلکہ سبق کی ابتداء سے انتہاء تک پوری بیدار مغزی سے شرکت ضروری ہے، اس کوشش میں کامیابی کے لیے ضروری ہے کہ دوران سبق استاذ کی زبان سے جوبات بھی نکلے اُس بات کے علاوہ کوئی بات آپ کے کانوں میں داخل نہ ہو، اسی طرح آپ کی آنکھ استاذ سے ہٹ کر کسی اور طرف مشغول ہونے والی نہ ہو، نیز! دل و دماغ پوری طرح سبق میں ہی حاضر رہیں، سبق میں سامنے آنے والی باتوں کوڑہن میں محفوظ کرنے کی کوشش کی جائے، اور سبق کے بعد انھیں کاغذ پر محفوظ کر لیا جائے۔

اس کے بعد آخری مرحلہ ”تکرار“ کا ہے، سبق میں سنی ہوئی باتوں کے دُھرانے کو ”تکرار“ کہتے ہیں۔ اس مرحلے میں مطالعہ اور سبق میں رہ جانے والی کسریں نکل جاتی ہیں، تکرار کا عمل جتنے بھر پور طریقے سے مکمل ہو گا، آپ کی سبق پر گرفت اتنی ہی زیادہ ہو گی، بزرگوں کا مقولہ ہے کہ جو طالب علم جتنا زیادہ تکرار کا ماہر ہو گا، وہ اتنا ہی بہترین مدرس بن سکے گا۔ تکرار کے بارے میں تجربہ یہ ہے کہ تکرار میں بولنے والے کو جو فائدہ حاصل ہوتا ہے، وہ سننے والے کو نہیں ہوتا؛ اس لیے زیادہ بہتر یہ ہے کہ تکرار کی جوڑی دو افراد کی ہو، پہلے ایک بولے پھر دوسرا، اگر دو سے زیادہ ہوں، تو وقت کی قلت کے باعث ایک ہی بول سکے گا باقی صرف سننے والے ہوں گے، ان کے اندر اس مرحلے میں کمال حاصل کرنا ممکن نہ ہو سکے گا۔ یہ تینوں مرحلوں کا اجمالی خاکہ تھا، ان کی طرف مزید راہنمائی متعلقہ اسناد سے حاصل کر کے قدم اٹھایا جائے۔

تیسرا کام: خوشنختی اور عمدہ تحریر

خوشنختی اور عمدہ تحریر کے ذریعے ایک عالم دین بہتر سے بہتر انداز میں دین کی خدمت کر سکتا ہے اور سامنے والے پر اچھا اثر ڈال سکتا ہے، اس صفت میں ملکہ حاصل کرنے کے لیے بھی پہلے دن سے ہی محنت کرنا ضروری ہے، اگر ممکن ہو سکے تو کسی ماہر کتاب سے باقاعدہ وقت لے کر مشق کرے، اس کے لیے سب سے پہلے حروف تہجی کی صورتوں کو قواعد کے مطابق ذہن میں محفوظ کرے، اس کے بعد مرکبات کی مشق کرے، بالخصوص تین حروف تک کے مرکبات کی پچان ضرور کر لی جائے، یعنی: کسی بھی حرف کے استعمال

کی تین صورتیں تو یقینی ہیں: وہ حرف شروع میں ہوگا، درمیان میں ہوگا، یا آخر میں آئے گا، ان تینوں حالتوں میں اُس کی شکل اور بناؤٹ کیا ہوگی، اس کو سیکھ کر مشق کرے، اس بارے میں ایک مفید صورت یہ بھی ہوتی ہے کہ جہاں کہیں بھی کسی کا تب کالکھا ہوا کوئی لفظ دیکھیں اُس کی بناؤٹ کو ذہن میں محفوظ کر لیں اور بعد میں اس کی نقل اُترنے کی کوشش کریں، اس طریقے سے بہت جلد آپ کی خوشنی میں نکھار آتا چلا جائے گا۔

چوتھا کام: خطابت

اپنی بات دوسروں کے سامنے رکھنے کے لیے، دوسروں کو دین کی طرف راغب کرنے کے لیے سب سے موثر ذریعہ زبان ہے، گفتگو کے فن اور خطابت کے اسرار و رموز سیکھے بغیر معاشرے میں پیدا ہونے والے سیکڑوں برا نیوں کا سداب آسانی سے ممکن نہیں ہے، ایک اچھا خطیب اور مقرر اپنے زور بیان کے ساتھ بے حس قوموں میں حس پیدا کرتا ہے، سوئی ہوئی اقوام کو بیدار کرتا ہے، بگڑے ہوئے اخلاق کو سنوار سکتا ہے۔

اور یہ بدیہی بات ہے کہ ہر انسان میں قدرت کی طرف سے کچھ نہ کچھ قوت بیان عطا کی گئی ہوتی ہے، اب انسان کا کام ہے کہ وہ اپنی اس استعداد کو مسلسل مشق کرتے ہوئے درج گماں تک پہنچائے، اس مشق کے لیے ضروری ہے کہ ماہرین کے انداز بیان کو خوب اچھی طرح پڑھا جائے اور خوب مشق کی جائے، اپنی بات میں وزن، قوت اور اثر پیدا کرنے کے لیے سب سے پہلے اپنی زبان کو بہل اور آسان کرنا ہوگا، یعنی اپنی گفتگو میں آسان سے آسان تعبیرات، الفاظ اور اسلوب اپنانا ہوگا، اس سے آہستہ آہستہ چہرے کے تاثرات، آواز کے اُتار چڑھاو اور جسم کی حرکات و سکنات پر کنٹروں حاصل ہوگا، الغرض چہرہ، آواز اور ہاتھوں کے مناسب اشارے ہماری بات میں قوت، تاثیر اور تفہیم پیدا کرتے چلے جائیں گے۔

پانچواں کام: غیر نصابی مطالعہ

درس نظامی کی تعلیم کے ساتھ ساتھ اپنی دینیات کے مطالعہ کو وسیع کرنا بھی ہماری ضرورت ہے، دینی مطالعہ کے ساتھ خارجی حالات سے تازہ ترین واقعیت بھی ہونی چاہیے؛ تاکہ اعتماد کے ساتھ پختہ اور معتمد دینی معلومات رکھتے ہوئے عموم کا سامنا کر سکیں، اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس کی وجہ سے ہماری

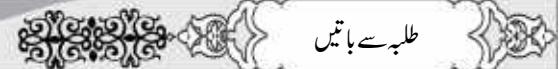
نصابی تعلیم متاثر نہ ہونے پائے، دوسری بات یہ کہ مضر کتب کا مطالعہ نہ ہو، اس کا حل یہ ہے کہ یہ مطالعہ اپنے اساتذہ کی گلگرانی میں ہو، ان کے مشورے سے، درجہ وار، الامم فالا، ہم کے قاعدے کے مطابق تدریجیاً ہو، اور سب سے اہم بات یہ کہ فرصت کے اوقات میں ہو، نہ کہ تعلیمی اوقات میں۔

چھٹا کام: تجوید و حفظ القرآن

وہ طلبہ جو حافظِ قرآن نہیں ہوتے، انھیں عام طور پر دو تین مشکلات میں مبتلا دیکھا گیا ہے، ایک تو قرآن کریم حفظ نہ ہونے کی وجہ سے بہت سے مقامات پر دشواری ہوتی ہے، نماز پڑھاتے وقت بالخصوص نمازِ فجر پڑھاتے وقت بہت دشواری محسوس کرتے ہیں، ان کی قرأت تجوید کے قواعد کو پورا کرنے سے قاصر نظر آتی ہے، اسی طرح ان کے بیانات اور تقاریر کے درمیان بھی قرآن پاک کی آیات کا برمل استعمال بھر پورا عتماد سے نہیں کر سکتے، اس لیے طلبہ سے یہ بھی گزارش ہے کہ اپنی اس کمی کو پورا کرنے کی ابتداء سے ہی فکر کریں، کچھ نہ کچھ قرآن پاک روزانہ یاد کرتے رہیں، کم از کم آخری دو تین پارے اور مشہور بڑی سورتیں تو یاد ہی کر لینی چاہیں، اور کسی ماہر فن قاری صاحب سے ضروری تجوید پڑھ کر اس کی مشق بھی کر لی جائے، اس ضمن میں خطباتِ جمعہ و عیدین اور خطباتِ نکاح بھی یاد کیے جائیں۔

ساتویں بات: غیر تعلیمی سرگرمیاں

یہ بات ہمیشہ سامنے رکھنے کی ہے کہ ہم اپنے گھر بار کو جو چھوڑ کر آئے ہیں ہمارا مقصد علم دین حاصل کرنا ہے، لہذا ہمارے لیے ہر ایسی سرگرمی سے بچنا نہایت ضروری ہے جو ہماری تعلیم کے لیے نقصان دہ ہو، اس میں سرفہرست امر یہ ہے کہ ہم اس زمانہ میں ہر طرح کی تنظیمی وابستگی سے اپنے آپ کو دور کھیں، یہ وابستگیاں ہمارے تعلیمی پروگرام کے لیے زبرقائل کی مانند ہیں، یہ زمانہ ہمارے لیے ایک ایک لمحے کے اعتبار سے نہایت قیمتی ہے؛ اس لیے اس دورانیے میں ہماری مشغولیت صرف اور صرف تعلیم کے ساتھ ہوئی چاہیے، ہاں فراغت کے بعد ہمارے کرنے کے کاموں میں حسب مزاج جس کام کی طرف میلان ہو یا ضرورتِ زمانہ جس کی متقاضی ہو، اُسے اختیار کر لینا چاہیے اور ضرور انتخیار کیا جائے؛ لیکن ابھی نہیں، ابھی تو اس تعلیم کے ساتھ عملی میدان میں تحریک پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔



آٹھواں کام: اساتذہ کرام اور طلبہ ساتھیوں کے حقوق

ایک اچھے اور باکردار طالب علم کے مقام کو حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ آپ کے دل میں اپنے محسین اساتذہ کرام کی محبت اور ادب غایت درجے کا ہو، ان کی دل جوئی، خدمت اور اکرام کو اپنی سعادت سمجھیں، ان کا ادب، ان کی بات کو دھیان اور توجہ سے سنیں، ان کی نصائح کو اپنی کامیابی کا راز سمجھ کر اپنا نہیں اور ان کی خدمت کے کاموں کو تلاش کر کے پوری لگن کے ساتھ کریں، یہ سب امور ایک طالب علم کو بہت جلد ترقی کی منازل طے کروادیتے ہیں؛ لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ ان سب امور کا انجام دینا بدنیتی، مجبوری یا کسی غرض فاسد کے لیے نہ ہو، کہ یہ نیت فوائد تو در کنار تباہی اور بر بادی کی طرف لے جانے والی ہے۔ ایک دوسری چیز زمانہ تعلیم میں آپ کا اپنے طلبہ ساتھیوں کے ساتھ بر تاؤ ہے، ایک مخصوص عرصے کے لیے آپ کو ایک اجتماعی ماحول میں رہنا ہے، اس ماحول میں ایک نشست آپ کی درس گاہ کے ساتھیوں کی ہے، دوسری نشست آپ کے کمرے کے ساتھیوں کی ہے، تیسرا نشست عمومی طور پر پورے جامعہ کے ساتھیوں کی ہے، ان تمام مرحل میں اگر آپ اپنے ساتھ یہ طے کر لیں گے کہ میں اپنے ان تمام قسم کے ساتھیوں کے ہر قسم کے حقوق ادا کروں گا اور میری طرف سے کسی کو کسی قسم کی تکلیف نہیں پہنچے گی، میں کسی کی چیز بغیر اجازت استعمال نہیں کروں گا تو اللہ رب العزت آپ کی اس مبارک صفت کی وجہ سے آپ کی عزت اور احترام آپ کے تمام طلبہ ساتھیوں کے دلوں میں ڈال دیں گے، بصورتِ دیگر! جہاں آپ بے اطمینانی اور بے سکونی کاشکار ہوں گے، وہاں ہر کوئی آپ سے اس طرح دور رہنے کی کوشش کرے گا، جیسے کوئی شخص کسی موزی جانور سے بچنے کی اور دور رہنے کی کوشش کرتا ہے، لوگ آپ کے شر سے بچنے کی خاطر آپ سے سلام دعا اور میل جوں رکھیں گے؛ لیکن ان کے دل آپ کے بارے میں نفرتوں سے بھرے ہوں گے۔

ایک اچھا انسان بننے کے لیے آپ اپنے ساتھ یہ طے کر لیں کہ آپ جب بھی کسی سے ملیں تو اس طریقے اور ان آخلاق سے ملیں کہ وہ آئندہ آپ سے ملنا پسند کرے، آپ کے پاس بیٹھنا پسند کرے، آپ کے ساتھ کچھ وقت گزارنا اپنی سعادت سمجھئے تو انشاء اللہ آپ ہر دل عزیز شخصیت بننے پلے جائیں گے۔

نوال کام: مدرسے کے ضوابط اور قوانین

علم کی ترقی کے راستوں میں ایک ضروری چیز اس ادارے کے نظم و نتیجے اور اصول و ضوابط کو پورا کرنا بھی ہے، یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ کوئی بھی ادارہ ہو، وہ بغیر اصول و ضوابط کے نہیں چل سکتا اور یہ بات بھی بالکل بدیہی ہے کہ اصول و ضوابط اجتماعی نظم کے درست رکھنے کے لیے ہوتے ہیں؛ اس لیے اپنے ادارے کے اصول و ضوابط کو پورا کرنا ہماری خوشگوار زندگی کا سبب بنے گا، اس سے ہمارے اندر نکھار پیدا ہو گا، ہماری زندگی ایک مرتب نظام کے مطابق سلسلہ بھی ہوئی گزرے گی، ہر کوئی ہم سے خوش ہو گا اور ہم سب سے خوش ہوں گے، مثلاً: اس کے لیے یہ اصول بنالیں کہ تعلیم کا وقت شروع ہوتے ہی درس گاہ میں پہنچ جانا ہے، کھانے کا وقت ہوتے ہی کھانے کے لیے چلے جانا ہے، سونے کا وقت ہوتے ہی سونے کے لیے لیٹ جانا ہے، درس گاہ ہو یا رہائشی کمرہ، اپنی باری پر خدمت اور صفائی کرنی ہے، تو یقین جانیے کہ مدرسے کے کسی استاذ کو، حتیٰ کہ مدرسے کے کسی بھی کارکن کو آپ سے کوئی تکلیف نہیں پہنچ گی، کوئی آپ سے تنگ نہیں ہو گا، نہ کسی کو آپ سے کسی قسم کی کوئی شکایت ہو گی اور نہ ہی آپ کو کسی کی طرف سے کسی قسم کی ناگواری کا سامنے کرنا پڑے گا۔

دسوال کام: تعلق مع اللہ اور اصلاح ظاہر و باطن

ایک انتہائی اہم بات یہ ہے کہ ہماری سالہا سال کی یہ محنت اس لیے ہے کہ ہم میں سو فیصد اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے کی استعداد پیدا ہو جائے، الہذا عبادات کے ذریعے، مناجات کے ذریعے اور موقع محل کے مطابق اتباع رسول کے ذریعے ہم لمحہ بہ لمحہ اللہ تعالیٰ کے قرب میں آگے بڑھ سکتے ہیں، آپ علیہ الصلوا والسلام کی مسنون زندگی کا کوئی گوشہ ہم سے مخفی نہ ہو اور اسی طرح ہماری زندگی کا کوئی عمل سنت نبوی کے خلاف نہیں ہونا چاہیے، یہ کوشش ہماری ہر کوشش سے زیادہ قیمتی اور ضروری ہے، اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی سامنے رہے، ہم اپنی مدرسے اور مدرسے سے باہر کی زندگی میں اپنی طرف سے عبادات، معاملات، معاشرت، اخلاق اور خدمتِ خلق کا ایسا نمونہ چھوڑ دیں کہ آپ کی مثال دے کر لوگ اپنے بچوں کی تربیت کریں، ہم اپنے مقام پر، اپنے گھروں میں، اپنے گلی محلوں میں، اپنے معاشرے میں اپنے آپ کو ایسا پیش کرنے کی کوشش کریں کہ ہمارے متعلقین واضح طور پر، کھلی آنکھوں ہمارے بارے میں یہ محسوس کریں

کہ ”ہمارا یہ عزیز“ مدرسہ کی زندگی اختیار کرنے سے قبل، یا سابقہ سال میں تو (اپنی عبادات، اپنے معاملات، اپنی حسنِ معاشرت اور اپنے اخلاق میں) ترقی کے اس معیار پر نہیں تھا، جس معیار پر اب پہنچ چکا ہے۔ اس سے آپ ان شاء اللہ العزیز ایک ایسے مثالی طالب علم بن جائیں گے کہ لوگ آپ کی صلاحیتوں کی وجہ سے آپ کو اپنے کندھوں پر بٹھا نہیں گے، آپ کا ادب کریں گے، آپ کی بات توجہ سے سنیں گے، آپ کے مشوروں پر عمل کریں گے، آپ کی خدمت کو اپنی سعادت سمجھیں گے، اپنے فیصلوں کے لیے آپ کو حکم بانا تسلیم کریں گے، آپ کی مثالیں دے کر اپنی اولاد اور اپنے ماتحتوں کی تربیت کریں گے، آپ کو دیکھ کر اپنی اولاد کو بھی مدارس دینیہ میں داخل کروانے کا فیصلہ کریں گے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ رب العزت دنیا و آخرت کی سعادتیں آپ کا مقدار بنا دیں گے۔

اللہ رب العزت، ہم سب کو اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے! آمين!



میرف ریت ماہنامہ دارالتحومی لاہور

نمبر	ستھان (بلڈنگ) (کمر)	رینجیشن	لیکچن
	4000	5000	پنج گلہ آنکھ پنج گلہ آنکھ آنکھی
2000	3500	4000	پنج گلہ آنکھ آنکھی
2000	3500	4000	پنج گلہ آنکھ آنکھی
1500	2000	2500	اویسی چینی ڈیکھاں

تصانیف: حضرت اقدس ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب[ؒ]

تبصرہ: مفتی شعیب احمد صاحب

دارالافتاء جامعہ دارالتوحید لاہور

تحقیقی تالیفات

تحقیقی تالیفات سے ہماری مرادوہ تالیفات ہیں جن میں کسی علمی اور فقہی مسئلے کو بنیاد بنا کر لکھا گیا ہے چاہے ثابت ہو یا اختلافی تحریر ہو۔ کسی گمراہ فرقے یا محرف فلکر کی نشاندہی پیش نظر نہیں۔ تحقیقی تالیفات درج ذیل ہیں:

مریض و معافج کے اسلامی احکام:

مطبوعہ: مجلس نشریات اسلام، کراچی (۲۰۱۶ء)، صفحات: ۲۰۲

عصر حاضر میں جہاں زندگی کے دیگر شعبوں میں تغیرات و انقلابات آئے ہیں وہیں طب کا شعبہ بھی تغیرات کی زد میں آیا ہے تمدنی تغیرت بہت سے قانونی اور علمی مسائل اور سوالات کو جنم دیتا ہے لہذا طب کے شعبہ میں بھی مسائل کا پیدا ہو جانا لازمی امر تھا۔

حضرت مصنف رحمہ اللہ چونکہ باضابطہ ایم بی بی ایس ڈاکٹر بھی تھے اور ایک عرصہ طب کے میدان میں عملی کام بھی کیا ہے دوسری جانب ماہر فقیہ بھی ہیں اس لیے انہوں نے دونوں میدانوں میں اپنی دقت نظر اور مہارت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے قلم اٹھایا ہے اور اس شعبے کے بہت سے مسائل کو شریعت کے اصولوں پر حل کیا ہے، کتاب کے کچھ مندرجات درج ذیل ہیں:

صحت اور حفظ ان صحت، متعدد امراض سے بچاؤ کی تدابیر، علاج و معافج کی شرعی حیثیت، پرہیز کی حیثیت، مریض سے متعلق فقہی ابواب کے مختلف مسائل، اعضا کی پیدوند کاری، مصنوعی تحم ریزی، بیسٹ ٹیوب

بے بی، مستعار حرم (Borrowed womb) انسانی گلونگ، ضبط ولادت، قتل ترحم (Mercy Killing) میڈیکل ریپ کے احکامات، کامسیک سرجی، ڈی این اے، سکریٹ نوشی اور دیگر مضر اشیا کا حکم۔ ان اجتماعی عنوانات پر نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اہل علم اپنے اپنے زمانے کے مسائل حل کر کے ہر زمانے میں شریعت کی جامعیت اور ابدیت کو ثابت کرتے ہیں اور آج بھی کر رہے ہیں۔ یہ کتاب اس سطح پر اپنی نئے کامی جواب ہے کہ علماء عصر حاضر کے تقاضوں سے واقف نہیں۔ حضرت مصنف رحمہ اللہ علم الادیان اور علم الابدان کی اس جامعیت کی وجہ سے ملک کے اہل علم کے ہاں اس نوعیت کے مسائل میں مرجع کی حیثیت رکھتے تھے، کبار اہل علم بھی اس نوعیت کے پیچیدہ مسائل میں حضرت کی رائے لینا ضروری جانتے تھے۔ حضرت ڈاکٹر صاحب کی بہت سی فقہی تحقیقات اسی کتاب میں ملتی ہیں۔

اس کتاب کا پانچواں ایڈیشن ۲۰۰۷ء میں شائع ہوا جس میں سابقہ اشاعتوں کی نسبت بہت سے اضافے بھی تھے۔ یہ کتاب اگرچہ ”مریض و معانع“ کے احکامات پر مشتمل ہے لیکن اپنی علمی وقعت کی وجہ سے اہل علم و اہل فتویٰ کی بھی ضرورت ہے۔

فقہ اسلامی (عائیلی مسائل)

مطبوعہ: مجلس نشریات اسلام، کراچی (۲۰۰۹ء)، صفحات: ۱۸۶

اس کتاب میں ”مسائل بہشتی زیور“ سے عائیل مسائل کو الگ کر کے ان کے دلائل و حوالہ جات بھی ذکر کیے گئے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے چند تحقیقی مقالات و مضامین کو بھی کتاب کا حصہ بنایا گیا ہے۔ جیسے حرمت مصاہرات کے نئے زاویے، کفارہ ظہار، ٹیلی فون پر نکاح وغیرہ۔ یہ کتاب ارباب علم و فتویٰ کی اہم ضرورت ہے۔

فقہی مضامین:

مطبوعہ: مجلس نشریات اسلام، کراچی (۲۰۰۶ء)، صفحات: ۲۳۲

یہ کتاب حضرت مصنف رحمہ اللہ کے قلم سے مختلف اوقات میں نکلنے والے اکتا لیں (۲۱) فقہی و کلامی مضامین کا مجموعہ ہے۔ یہ مضامین مصنف رحمہ اللہ کی فقہی بصیرت، وقت نظر اور تحقیقی ذوق کے آئینہ دار ہیں۔ چند مضامین یہ ہیں:

- ۱۰ شرک کی اقسام و احکام ۵ مارٹن لنگز کا فلسفہ وحدت ادیان ۵ مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے متعلق اہم اصول ۵ محافل قرآنیت کی شرعی حیثیت ۵ لڑکیوں کے دینی مدارس ۵ منی کہ کا حصہ نہیں ۵ اسلام اور ضبط

ولادت ۵ فارمی مرغی حلال ہے ۵ حق ایجاد و طباعت کی شرعی حیثیت ۵ ملٹی لیول مارکینگ ۵ فارمیکس کے کاروبار کی شرعی حیثیت ۵ علاقائی حقوق سے متعلق احکام۔

جلد ہی اس کی دوسری جلد بھی دستیاب ہو گی۔ ان شاء اللہ

جدید معاشری مسائل کی اسلامائزیشن کا شرعی جائزہ:

مطبوعہ جامعہ دارالاقوی ٹرست، جامع مسجد الہلال، لاہور (۲۰۱۳ء)، صفحات: ۲۸۰

یہ مجموعہ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے معاصر دنیا (صنعتی انقلاب کے بعد وجود میں آنے والے کاروباری اداروں اور وسیع تجارتow) کے چند مسائل پر مشتمل ہے۔ معاصر دنیا میں کمپنی کاروبار کی ایک نئی شکل تھی، اسی طرح بینک اور انشوئنس وغیرہ ہیں۔ ان اداروں اور تجارتow کے مسائل اور فقہی حیثیت پر اہل علم نے غور کیا، باخصوص حضرت مفتی لقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم اس سلسلے کا بڑا نام اور حوالہ ہیں۔ حضرت ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس جذبے سے کہ چونکہ یہ ایک فرد کا مسئلہ نہیں بلکہ پورے نظام معیشت اور نظام زندگی کے اسلام سے ہم آہنگ کرنے کا مسئلہ ہے، اس کا جائزہ لیا اور جو امور قابل تنقید معلوم ہوئے، انہیں کھولا۔ چنانچہ یہ مجموعہ درج ذیل مضامین پر مشتمل ہے:

۵ پاکستان میں راجح اسلامی بینکاری کے چند واجب الاصلاح امور ۵ کمپنی کی شرعی حیثیت ۵ شیرز ۵ کی خرید و فروخت ۵ کریڈٹ کارڈ ۵ تجارتی انعامی سیکیلوں کا شرعی حکم ۵ تکافل کی شرعی حیثیت۔

اسلامی ٹکوک: تعارف اور تحفظات:

مطبوعہ جامعہ دارالاقوی ٹرست، لاہور (۲۰۱۳ء)، صفحات: ۲۰۲

اس کے ساتھ ہی ایک اور تحریر جو اسی جدید معاشری اور تجارتی سلسلے ہی کی ایک کڑی ہے وہ ”اسلامی ٹکوک“ کے تعارف اور تنقیدی جائزے پر مشتمل ہے۔ ٹکوک بینادی طور سے مروجہ بانڈز کا اسلامی متبادل ہیں۔ حضرت نے اس تحریر میں (جو کہ ٹکوک کے تعارف پر مشتمل پہلی اردو تحریر ہے) ٹکوک کا تعارف کروانے کے ساتھ ساتھ ان پر تنقید بھی فرمائی ہے اور اس بات کا اظہار فرمایا ہے کہ اسلامی معاشیات کے اتنے اہم اور بینادی ستونوں میں محض حیلوں، حوالوں سے کام نہیں لینا چاہیے، بلکہ انہیں علمی و عقلی اعتبار سے نہایت مضبوط اور دیر پا بینادوں پر استوار کرنا چاہیے، کیونکہ ان اداروں کی اسلامائزیشن کی صورت میں در اصل ہم غیر مسلم اور معاصر دنیا کے سامنے اسلام کا معاشری نظام پیش کرنے جا رہے ہیں۔

یہ دونوں (اسلام ائریشن اور اسلامی سکوک) تحریریں پہلے تو الگ الگ شائع ہوئی تھیں، اب چند دیگر مقالات کے ساتھ یکجا شائع ہو رہی ہیں۔

سونا چاندی اور ان کے زیورات کے اسلامی احکام

مطبوعہ: جامعہ دارالتحویٰ، لاہور (۱۴۲۰ھ)، صفحات: ۷۷-۱۲

فتومی صرف کتابی جزئیات کا نام نہیں، فتوے کے دو پر ہیں:

(۱) ایک فقہ الکتاب (۲) دوسرا فقہ الواقع۔

فقہ الکتاب تو یہ ہے کہ شریعت کی تعلیمات جو بصورت قرآن و حدیث یا ان کے خلاصے (فقہ) کی صورت میں موجود ہیں اس پر گہری نظر ہو۔ جبکہ فقہ الواقع یہ ہے کہ یہ معلوم کیا جائے کہ واقعات کی دنیا میں عمل کیا ہو رہا ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ تاجر حضرات کے پاس جا کر ان کے مسائل معلوم کر کے ان کے احکام بتایا کرتے تھے۔

حضرت ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ کی بھی یہ ترجیح ہوتی تھی کہ کسی بھی شعبے کے احکام اور مسائل خود ان سے معلومات حاصل کر کے لکھے جائیں گویا صرف میل و رک نہ ہو بلکہ فیلڈ و رک بھی ہو۔ چنانچہ اس سلسلے میں صراف و زرگر کے شعبے کے مسائل معلوم کیے اور ان کا حل لکھا، جو کافی عرصہ پہلے ”رہنمائے صراف و زرگر“ کے نام سے کتابچے کی صورت میں طبع ہوا، پھر ان مسائل پر نظر ثانی بھی فرمائی اور مزید مسائل کا اضافہ بھی فرمایا۔ اب ایک بڑا کتابچہ اس عنوان سے وجود میں آ گیا ہے جو زرگر و سنار حضرات کے علاوہ ارباب علم و فتاویٰ کی بھی ضرورت پوری کرتا ہے۔

راہنمائے صراف و زرگر

مطبوعہ: جامعہ دارالتحویٰ، لاہور، صفحات: ۱۶

یہ ایک مختصر رسالہ ہے جس میں صراف اور زرگر کے بنیادی مسائل مثالوں کے ساتھ بیان کردیے گئے ہیں۔ ایک اعتبار سے اسے سونا چاندی کے زیورات کے احکام والے کتابچے کا اختصار بھی کہہ سکتے ہیں۔



آپ کے مسائل کا حل

دارالافتاء و تحقیق

شادی بیوہ کے موقع پر منکے، گھڑے اور پتیلے وغیرہ کو بجائے کا حکم

سوال: بندہ کے شانگلہ علاقے میں بعض لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ اگر شادی بیوہ یا خوشی کے کسی موقع پر منکے (گھڑا وغیرہ چھوٹا ہو یا بڑا) یا پتیلے وغیرہ کو الٹا کر کے ہاتھوں سے بجا جائے تو یہ شرعی دف کی تعریف میں آ جاتا ہے، اس سے نکلنے نہیں ہے، لہذا جائز ہے۔ نیز اس کو مرد بھی بجا تے ہیں اور عورتیں بھی لیکن اندر پردے میں بجا تی ہیں اور کچھ پڑھتی و گاتی بھی ہیں جس کی آواز باہر سنائی دیتی ہے (زیادہ بچیاں ہوتی ہیں لیکن بڑی عورتیں بھی ہوتی ہیں)۔ تو پوچھنا یہ ہے کہ آیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو سب کے لیے یعنی مرد و عورت اور بچیوں سب کے لیے جائز ہے یا کسی کی تخصیص بھی ہے؟۔

جواب: یہ دف کی تعریف میں نہیں آئے گا کیونکہ دف دوسری طرف سے کھلا ہوتا ہے، جبکہ مٹکا یا کوئی اور چیز جب زمین پر رکھی جائے تو وہ دونوں طرف سے بند ہو جاتی ہے، اس لیے وہ دف کی بجا تے ڈھول کے حکم میں داخل ہوگی۔ پتیلے کو ایک ہاتھ سے پکڑ کر اونچا کھیں اور دوسرے ہاتھ سے اس کو بجا نہیں تو دف کی صورت بنے گی۔ (فتاویٰ نمبر: 6/220)

سامنی ایجادات کی تائید کے لیے قرآن پاک سے استدلال کرنا

سوال: موجودہ دور کا جدید تعلیم یافتہ طبقہ قرآن پاک کوئی سامنی ایجادات کی تائید میں بطور استدلال پیش کر رہا ہے اور اپنے تمیں اسے بڑا کمال قرار دے رہا ہے۔ کیا یہ درست ہے؟ حالانکہ سامنی ایجادات اور تجربات پر مبنی اصول اور رائے دن بدن بدلتے رہتے ہیں، جبکہ قرآن پاک اس طرح کی کسی

تبدیلی سے پاک و صاف ہے۔

جواب: قرآن پاک کی بات کی تائید کسی سائنسی تحقیق سے ہو تو ممکن ہے لیکن سائنسی تحقیق کی تائید قرآن سے ہو یہ قلب موضوع ہے، کیونکہ قرآن پاک کی کوئی بات کسی سائنسی تحقیق کی تائید کی محتاج نہیں۔ فقط اللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ نمبر: 6/213)

سنی لڑکی کا شیعہ اثنا عشری سے نکاح

سوال: میرا مذہب و مسلک اہل سنت والجماعت حنفی دیوبندی ہے، میری ملنگی میری خالہ کی بیٹی کے ساتھ طے پائی ہے اور میری خالہ کا گھرانہ بھی سنی مذہب سے تعلق رکھتا ہے۔ اب میری ملنگی کی چھوٹی بہن کا رشتہ میری خالہ نے ایک ایسے گھرانہ میں طے کر دیا ہے جو شیعہ مذہب سے تعلق رکھتا ہے اور وہ لڑکا بھی اثنا عشری شیعہ ہے، ہم نے اپنے علماء کرام سے سنا ہے کہ اثنا عشری شیعہ کافر ہیں ان کے ساتھ رشتہ ناطہ کرنا شرعاً حرام اور ناجائز ہے۔ از راہ کرم قرآن و سنت کی روشنی میں درج ذیل مسائل کی وضاحت فرمائیں:

- 1- کیا یہ شادی شرعاً جائز ہے؟
- 2- اگر ناجائز ہے تو اس شادی میں شرکت کرنے والوں کے بارہ میں حکم شرعی کیا ہے؟ ان کا ایمان اور نکاح باقی رہتا ہے یا ٹوٹ جاتا ہے؟

- 3- میری ملنگی اگر اس شادی میں میرے روکنے کے باوجود شرکت کرے تو میرے لیے شرعی حکم کیا ہو گا؟
- جواب: 1- کسی سنی عورت کا نکاح کسی شیعہ سے خصوصاً اثنا عشری امامی شیعہ سے جائز نہیں ہے۔ كما قال الرملی تحت قوله: و صحنکاح كتابية، أقول يدخل في هذا الرافضة بأنواعها فلا يجوز أن تتزوج المسلمة السنية من الروافض.

وقال الرستغفني: لا تصح المعاكحة بين أهل السنة والاعتزال اهفال رافضة مثلهم أو أقربهم ولعله أعدل الأقوال لأنه لا يشك في كفر الرافضة. اهـ (تقريرات الرافضي 1: 200)

2- خالہ کے گھروالوں کو سمجھائیں کہ وہ شیعہ سے اپنی بیٹی کا رشتہ چھوڑ دیں۔ اگر نہ مانیں تو احتجاج کرتے ہوئے آپ اپنا رشتہ چھوڑ دیں کیونکہ اس غلط رشتے کے اثرات آپ تک بھی ضرور پہنچیں گے۔ فقط و اللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ نمبر: 6/120)

حروف و اعداد، ساعات سعد و نحس کو موثر سمجھنا

سوال: عاملین نقوش لکھتے ہوئے مخصوص تعداد اور ترتیب سے حروف اور اعداد کا استعمال کرتے ہیں اور اس میں ستاروں کی سعد اور نحس ساعتوں کا خیال رکھا جاتا ہے۔ بعض عامل ان حروف اور اعداد کو برداشت موثر مانتے ہیں۔ اور بعض ان حروف کو مؤکلات کے ساتھ موثر مانتے ہیں۔ آسیب اور مختلف بیماریوں کے لیے انہیں آویزاں کرنا، گلے میں لٹکانا، کہیں دبانا، یا فتیلہ کی صورت میں جلا کر اس کا ڈھواں دینا مستعمل ہیں۔ مذکورہ بالا صورتوں میں تاثیر الحروف اور تاثیر الاعداد کی کیا حقیقت ہے؟ نیز حتمی رائے قائم کرنے کے لیے کیا دلائل ہیں؟۔

جواب: مذکورہ صورت میں اگر حروف و اعداد کو موثر بالذات سمجھا جاتا ہو اور ساعات سعد و نحس کو اسی طرح موثر بالذات سمجھا جائے تو یہ کفر ہے اور اگر ستاروں کی ساعات سعد و نحس کو موثر بالذات نہیں مانتا بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کو اسباب عادیہ سمجھتا ہو تو یہ کفر تو نہیں لیکن مکروہ پھر بھی ہے۔

اور اگر ستاروں کی ساعات سعد و نحس کی رعایت رکھے بغیر مغض قرآن کی کسی آیت یا حدیث کی کسی دعا کے اعداد و حروف کو اس لیے لکھا جاتا ہو کہ قرآن و حدیث کی بے ادبی نہ ہو اور جو فائدہ قرآن و حدیث کے الفاظ کا ہے وہ فائدہ ان کے اعداد سے بھی حاصل ہو جاتا ہے جو کہ تجربہ سے ثابت ہے تو یہ صورت جائز ہے۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”اس سے ثاث ہوا کہ کو اکب کی تاثیر غیبی کا قائل ہونا ایک گونہ شرک ہے اکثر عملیات میں ساعت یادن کی قید ہوتی ہے جس کی رعایت عامل کرتے ہیں بعض عامل مہینہ کے عروج و نزول کا لحاظ کرتے ہیں، اور ان سب کی بنیاد وہی نجوم کی تاثیر کا اعتقاد ہے۔ یہ حدیث اس کو باطل اور معصیت ٹھہراتی ہے۔“ (عملیات و تعویذات کے شرعی حکم: 102) نیز فرماتے ہیں:

”اگر کوئی ان کو اکب کی تاثیر کا قائل ہواں کے حکم میں تفصیل یہ ہوگی کہ اگر وہ شارع کی تکنیک

نہیں کرتا، بلکہ بعض نصوص میں کچھ تاویل کرتا ہے اور کو اکب کو مستقل بالتا شیر نہیں مانتا بلکہ باذن الٰہی ان کو اس باب عادیہ سمجھتا ہے، سو چونکہ یہ اعتقاد واقع کے خلاف ہے اس لیے اس شخص کو صرف جھوٹ کا گناہ ہوگا اور نصوص کی تاویل سے تعجب نہیں کسی قدر بدعت کا بھی گناہ ہوگا۔ اگر شارع علیہ السلام کی تکذیب کرتا ہے، یا کو اکب میں مستقل تا شیر مانتا ہے تو وہ شخص کافر و مشرک ہے۔“ (ایضاً 104)

اور امداد الفتاویٰ میں علم خجوم پر ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

تیسرے عام طور پر خود اہل فن اور دوسرا رجوع کرنے والے بھی کو اکب کو متصرف و فاعل مستقل سمجھتے ہیں۔ جو مثل عقیدہ علم غیب کے خود یہ عقیدہ استقلال فعل و تصرف کا شرک جلی اور منافی توحید ہے۔ پانچویں جس طرح عقیدہ باطلہ معصیت ہے اسی طرح عمل مشروع بھی معصیت ہے اور نجومی اس سے خالی نہیں۔ (فتاویٰ نمبر: 5/303)

محرم کے موقع پر کالے کپڑے پہننا

سوال: محرم الحرام میں کالے کپڑے استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ محرم میں چونکہ شیعہ کالے کپڑے سوگ اور غم کے طور پر پہنتے ہیں اس لیے ان کی مشاہدت ہے۔ ہمارے ایک مدرسہ ہے وہاں کے لوگ طلبہ کے بارے میں محرم کے دنوں میں خاص اس بات کا اہتمام کرتے ہیں کہ کوئی طالب علم کالے کپڑے پہننا کرنا آئے۔

جواب: محرم کے دنوں میں شیعوں کے ساتھ مشاہدت کی وجہ سے کالے کپڑے پہننا جائز نہیں ہے۔

مدرسہ والوں کا یہ اہتمام درست ہے۔

محرم میں نکاح کرنا جائز ہے

سوال: محرم میں نکاح کرنا جائز ہے؟ صحابہ کرام کی عملی زندگی سے ثابت کیا جاسکتا ہے؟

جواب: محرم الحرام کے مہینے میں نکاح کرنے میں کوئی قباحت نہیں، دیگر مہینوں کی طرح اس ماہ مبارک میں بھی نکاح کرنا درست اور جائز ہے، بلکہ اس ماہ میں نکاح نہ کرنے کی رسم کو ختم کرنے کے لیے نکاح کرنا موجب اجر ہوگا۔ اگر اس ماہ مبارک میں شہادتوں کی وجہ سے اس کو غم اور سوگ کا مہینہ قرار دے کر

نکاح سے احتراز کیا جائے تو سال بھر میں کوئی مہینہ ایسا نہیں جس میں کسی عظیم شخصیت کی شہادت کا واقعہ پیش نہ آیا ہو، اور اس بنا پر تمام مہینوں میں نکاح سے احتراز ناممکن بات ہے۔ اس لیے محرم الحرام میں بھی نکاح کرنا عدم مہینوں کی طرح جائز ہے۔

ایک روایت کے مطابق حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کا نکاح سن 2 ہجری ماہ محرم الحرام میں ہوا تھا، سیرۃ المصطفیٰ میں مولانا محمد ادريس کاندھلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "اسی سال (یعنی سن 2 ہجری میں، اس میں اختلاف ہے کہ مہینہ کون ساتھا، ذوالحجہ، محرم یا صفر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سب سے چھوٹی صاحبرا دی حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمائی۔" (سیرۃ المصطفیٰ 2/171، ط: الطاف سنہ)

اہل تشیع کی مجالس میں شرکت کرنے کا حکم

سوال: شیعہ حضرات کی مجالس میں شرکت کرنے ان کے نوحہ سننے اور بذات خود پڑھنے اور محرم میں اپنے معمول کے طور پر کالے کپڑے زیب تی کیسے جائیں تو کیا یہ ٹھیک ہے یا اس پر بھی من تشبہ بہ قوم فھومنہ کا حکم لگایا جائے گا؟

جواب (1) جو مجالس غیر شرعی امور پر مشتمل ہوں ان میں شرکت کرنا ناجائز ہے، نیز نوحہ پڑھنا اور سننا بھی شرعاً ناجائز ہے۔

(2) محرم الحرام کے مہینے میں سیاہ لباس پہنانا چوں کہ ایک خاص طبقہ کا شعار بن چکا ہے؛ اس لیے محرم کے مہینے میں سیاہ لباس پہنانا درست نہیں، خواہ اپنے معمول کے طور پر ہی کیوں نہ ہو۔
کنز العمال فی سنن الـ قوال والـ فعال (9/22):

من کثرسواد قوم فهو منهم، ومن رضي عمل قوم كان شريكاً في عمله۔

"الدیلمی عن ابن مسعود"۔ نقطہ واللہ اعلم





جامعہ کے شب و روز

ادارہ

﴿...اَحْمَدَ اللَّهُ جَامِعَهُ كَيْ تَمَامُ شَاخُوْنَ اَوْ شَعْبُوْنَ مِنْ تَدْرِيْسِ كَآْغَازٍ هُوَ چَكَاهٌ﴾۔

﴿...قَصُورٍ مِنْ جَامِعَهُ كَيْ شَاخُ كَيْ نَئِيْ بَلَذِنَگٌ اَوْ شَعْبَهُ حَفْظَهُ كَيْ اَفْتَاحَ كَرْدِيَا گِيَا﴾۔

﴿...رَوْزَانَهُ كَيْ بَنِيَادٍ پَرْ جَارِي اَرْدُوَهُ اَحَادِيْثَ كَيْ قَوْلِيْتَ عَامَهُ كَيْ بَعْدَ عَوَانِيْ تَقَاضَهُ كَوْ

مَذَنْظُرَهُ كَهْتَهُ ہُوَنَے الْكَلْشَ حَدِيْثَ كَاسْلَسْلَهُ بَھِي اَحْمَدَ اللَّهُ شَرْوَعَ كَيْيَا جَاْچَاهٌ﴾۔

﴿...كَتَابَ بَچَهُ سُجَّحَ وَشَامَ كَيْ مَسْنُونَ اَذْ كَارَکَا بَھِي انْگرِيزِي تَرْجِمَهُ هُوَ چَكَاهٌ ہے جَوْ اَنْشَاءَ اللَّهُ اَعْزِيزَ

عَقْرَبِيْ شَائِعَ ہُوَجَانَے گَا۔

﴿...اَحْمَدَ اللَّهُ اَسَالَ بَھِي جَامِعَهُ دَارِ التَّقْوَى كَيْ طَلَبَاءُ وَ طَالِبَاتُ نَهُ وَ فَاقَ المَدَارِسُ اَلْعَرَبِيَّهُ

كَيْ سَالَانَهُ اِمْتَنَانَ مِنْ نَمَيَاں چَجَھَهُ پُوزِ يَسْتَزَرُ حَاصِلَ كَيْ ہِيَنَ۔

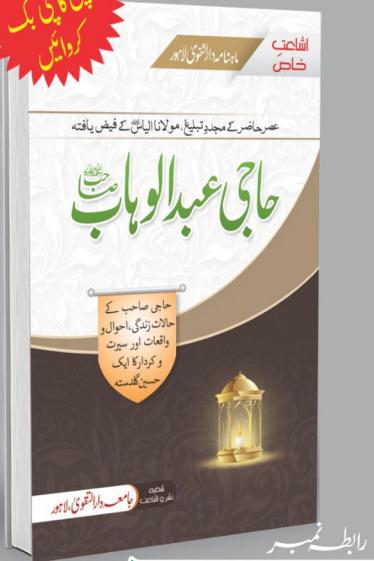
﴿...پَرَهُهُ لَكَھَهُ طَبَقَهُ كَلِيلَهُ فَهْمَهُ دِينَ کُورِسٌ﴾ کَيْ اِبْتَداَءَ کَرْدِيَ گِئِي ہے اَنْشَاءَ اللَّهُ يَکُورِسَ آَنَ لَائِنَ

بَھِي کَرْدِيَا جَانَے گَا۔

﴿...جَنَ طَالِبَاتُ نَهُ ۝ لَیوْلَ کَيَا ہُوا ہے انَ کُو درَاسَاتُ دِينِيَّهُ كَيْ سَاتِھَ سَاتِھَ جَامِعَهُ كَيْ

شَاخُ گَارِڈُنَ ٹاؤنَ مِنْ ۝ A لَیوْلَ بَھِي کَرْدِيَا جَانَے گَا۔

﴿...آَنَ لَائِنَ درَسُ "تَفْسِيرُ الْقُرْآن" کَاسْلَسْلَهُ چَنْدَ رُوزَ مِنْ شَرْوَعَ کَرْدِيَا جَانَے گَا اَلْحَمْدُ لِلَّهِ﴾۔



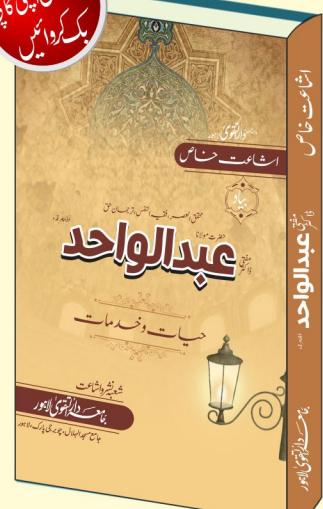
حابی عبد الوہاب

باقی امداد الحنفی الہجر

عصر حاضر کے مجدد تبلیغ مولانا علیؒ کے فیض یافتہ

شاملت خاص

باقی کامن کاپی



عبدالواحد

اس نعمت مناس

حثیت سبیر قطبی ائمۃ زریبان

حیات و خدمات

باقی امداد الحنفی الہجر

باقی کامن کاپی

راہنمہ اوتات کار

0304-4167581 ص ۸۱۲ تا ص ۸۲۲

دینی مسائل کے حل اور سوالات کے جوابات کے لیے دارالافتاء جامعہ دارالتحقیقی کی طرف سے واٹس ایپ پر
مستند مفتی حضرات کا ایک پینل

آن لائن

ادقات کار: ص ۸ تا ص ۱۶

03004113082

جامعہ دارالتحقیقی روزانہ حدیث کا سلسلہ جاری ہے

آپ بھی اپنے واٹس ایپ پر روزانہ حدیث حاصل کر سکتے ہیں۔

روزانہ حدیث حاصل کرنے کے لیے اپنے واٹس ایپ سے **TAQWA** 03222333224 پر بھیجیں۔

متصل جامع مسجد البلال چوہری پارک ملتان روڈ لاہور

042-37414665 **darultaqwa.online@gmail.com**
www.darultaqwa.org **jamiadarultaqwa**

مرکزِ مساجد الہال کے قریب تقریباً تین کنال کا پلاٹ حاصل کر لیا گیا ہے، جہاں وہ سعید و مریض بندگ تعمیر کی جائے گی اور دارالقرآن دینی شعبہ جات قائم کی جائیں گے
اباب سے توان کی درخواست ہے

دارالقرآن

MODERN TRADITIONAL INTERIORS



MIB
گاشن راوی برائج
کاؤنٹری ٹسٹ: 159
برج نمبر: ۰۰۱۸۲۰۶۶۰۰۰۱
کاؤنٹری نمبر: ۰۰۱۸۲۰۶۶۰۰۰۱